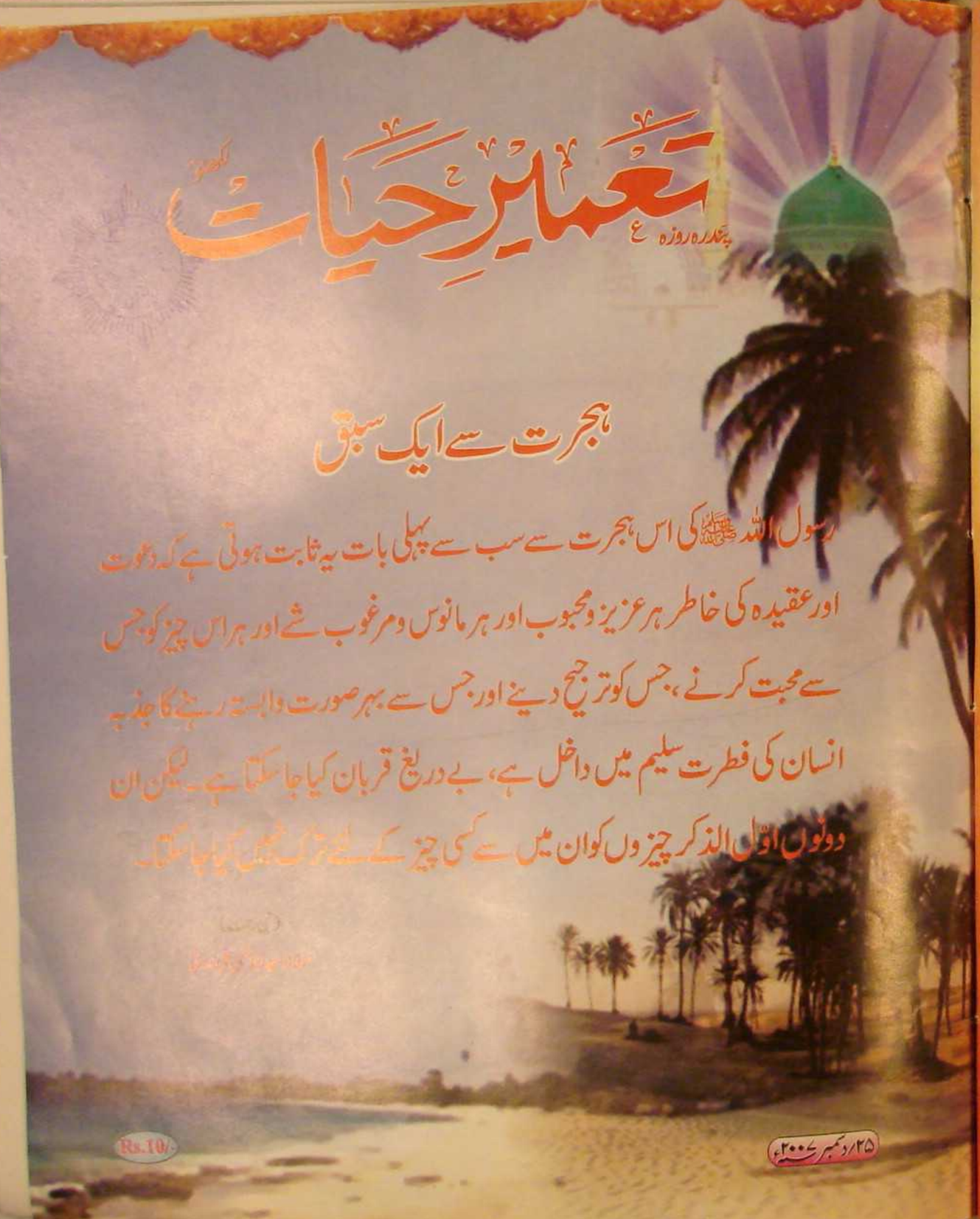

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

ہجرت سے ایک سبق

رسول اللہ ﷺ کی اس ہجرت سے سب سے پہلی بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ دعوت اور عقیدہ کی خاطر ہر عزیز و محبوب اور ہر مانوس و مرغوب شے اور ہر اس چیز کو جس سے محبت کرنے، جس کو ترجیح دینے اور جس سے بہر صورت وابستہ رہنے کا جذبہ انسان کی فطرت سلیم میں داخل ہے، بے دریغ قربان کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ان دونوں اوّل الذکر چیزوں کو ان میں سے کسی چیز کے لئے ترک نہیں کیا جا سکتا۔

Rs.10/-

۲۵ دسمبر ۲۰۰۷ء

Postal Regd. No.LW/NP/63/2006to2008
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071

Fortnightly

Vol. No. 45 Issue No. 03

Tameer-e-Hayat

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Ph. Off: 0522-2740406
Fax: 0522-2741834 - 2741231
E-mail: nadwa@sancharnet.in

10 December. 2007

Mobile: 09415786548

Mohd. Akram Jewellers

Near Odeon Cinema, Lucknow

Phone: Shop. 0522-2274606
(R) 0522-2616731

محمد اکرم جویلرس

Quba Awning
Demo Tent And Awning

ایم۔ کے۔ ملک

قبا آننگ

مینوفیکچررس

ٹیریس آننگ۔ ونڈو آننگ = ڈوم آننگ
فکس آننگ۔ لان آننگ۔ ڈیموٹینٹ

سل کراسنگ گوری بازار۔ سروجنی نگر کانپور روڈ۔ لکھنؤ

Tel : 0522-2817580 - 9335236026 - 9839095795

New

Ph: 2266788

Sana Jewellers

ثنا جویلرس

Riyaz Ahmad
Ghayas Ahmad

۳۰۱/۱۷ سرائے بانس، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ۔۳

301/17, Srai Bans
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ

خوشبودار عطریات

روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر،
فلور پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ، عرق گلاب،
عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ

: کی ایک قابل اعتماد دوکان :

ایک مرتبہ تشریف لا کر خدمت کا موقع دیں

تیار کردہ

اظہار سن پرفیومرس

اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ

برانچ: C-5، جنپتھ مارکٹ، حضرت گنج

IZHARSON PERFUMERS

H.O. : Akbari Gate, Chowk, Lucknow.
Tel.: 0522-2255257 Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell.91-9415784932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

Res: 2226177
Akbari Gate
2268845

Shop: 9415002532
2613736
3958875

سونے چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام

حاجی صفی اللہ جویلرس

ہمارا نیا شوروم

گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ

پروپرائٹر: محمد اسلم

HAJI SAFIULLAH JEWELLERS

Opp: Gadbad Jhala Aminabad, Lucknow-18

Editer: Shamsul Haq Nadwi Office. Ph: 2740406 Printed & Published by Athar Husain
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph:0522-2614685

DESIGNED BY HAMID, DALIGANJ LUCKNOW. Mobile: 9415769282

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

جلد نمبر ۴۵ شمارہ نمبر ۴

۲۵ر دسمبر ۲۰۰۷ء مطابق ۱۴ر ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ

زیر سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی

(معتمد سال ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی

مولانا محمد حمزہ حسنی ندوی

(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر عام

مولانا شمس الحق ندوی

مدیر مسئول

مولانا نذر الحفیظ ندوی

نائب مدیر

محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

● مولانا عبداللہ حسنی ندوی ● مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

● امین الدین شجاع الدین

سالانہ زرتعاون ۲۰۰/ ——— فی شمارہ ۱۰/

ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک کے لئے ۴۰/ ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں، چیک سے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول نہ ہوگی۔ اس میں ادارہ کا نقصان ہوتا ہے۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat

P.O.Box No.93 Tagormarg, Badshah Bagh, Lucknow-7

E-mail: nadwa@sancharnet.in Ph: (0522) 2740406

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

آپ کے خریداری نمبر کے پیسے اگر کافی نہیں ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زرتعاون ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا جلدی زرتعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، اگر موبائل یا فون نمبر ہو تو اپنے شہر کے کوڈ نمبر کے ساتھ لکھئے۔ (مدیر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات نیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

(Hashmat Ali) Tameer-e-Hayat,Lko.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِس شمارے میں

چراغ راہ

کامیابی کی شاہ کلید — علامہ سید سلیمان ندوی — ۲

اداریہ

یہ بجھی بجھی تمنا یہ تھکے تھکے ارادے — شمس الحق ندوی — ۳

درس ہجرت

ہجرت سے ایک سبق — حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ — ۵

فقہ فتاویٰ

سوال و جواب — مفتی محمد طارق ندوی — ۷

کتاب الٰہی

قرآن کریم کتاب الٰہی ہے — پروفیسر عطیہ خلیل عرب — ۸

تہذیب نو

حضرت اکبر الہ آبادی اور آزادیٔ نسواں — مولانا عبدالماجد دریابادیؒ — ۱۰

سخن دلنواز

برکتوں کے دن — مولانا بلال عبدالحی حسنی — ۱۳

نقطۂ نظر

تہذیبوں کا تصادم اور روشن خیال دجالی — ابوالامتیاز ع س مسلم — ۱۵

شعروادب

من کی کھیتی — ابوالامتیاز ع س مسلم — ۱۸

تجزیہ

دہشت گردی کا سب سے زیادہ شکار کون؟ — اے، ایچ نعمانی — ۱۹

مغرب کی آئندہ حکمت عملی — سلمان نسیم ندوی — ۲۲

شخصیت

حضرت مولانا علی میاںؒ — نعیم الرحمن صدیقی ندوی — ۲۵

جائزہ

بچوں کی حفاظت قوم و ملک کا اہم فریضہ — انیس احمد ندوی — ۲۷

رپورٹ

ندوہ کے شب و روز — محمد جاوید اختر ندوی — ۳۰

AMAN (Sanitary Wares)

Ready made R.C.C. Precast Minar for Masjid

Ahmedabad Highway Char Rasta,KANODAR-385520

Dist:B.K. Palanpur,(N.G.) INDIA

Ph.(O) 02742 241610 Fax. 02742 241124

Mo.98252 82610

Mo.94265 44110

امن

آر سی سی سمیٹ کے پریکاسٹ ریڈی میڈ تیار شدہ مسجد کے مینار۔ کم قیمت۔ کم وقت بھلنگ میں۔ مضبوط اور خوشنما مینار کے لئے رابطہ قائم کریں۔

آفس۔ فون: ۰۲۷۴۲-۲۴۱۶۱۰

فیکس نمبر: ۰۲۷۴۲-۲۴۱۱۲۴

حافظ ظفر موبائل: ۰۹۸۲۵۸۴۲۱۰

حافظ الیاس موبائل: ۰۹۴۲۶۵۴۴۱۰

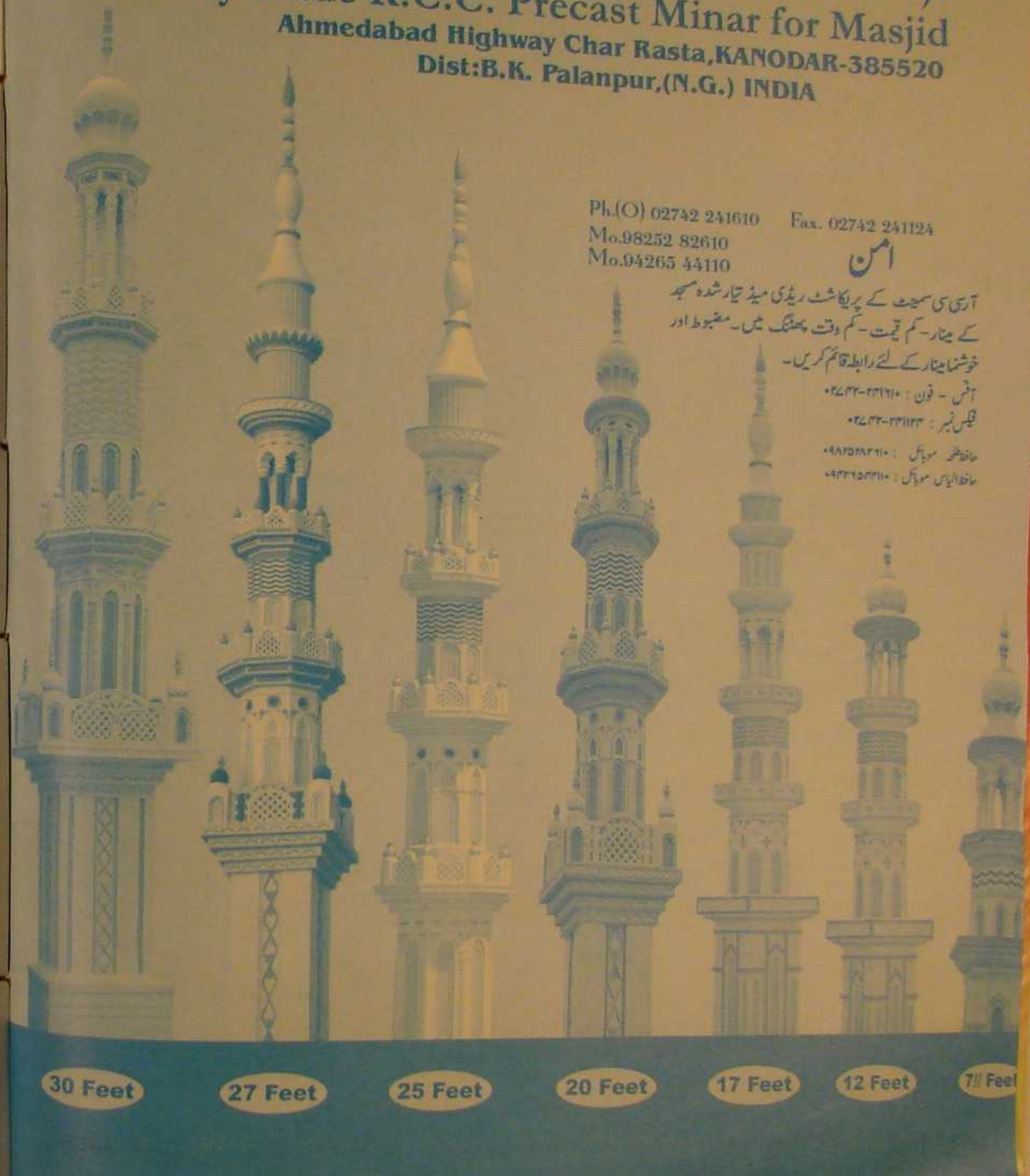

کامیابی کی شاہ کلید

مسلسل اور پائیدار کوشش

یورپ کے حکمائے تاریخ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی ترقی وتنزل دونوں کا ایک ہی سبب ہے، یعنی غیر قوموں کے ساتھ نسبی اور اجتماعی میل جول، ہم بھی کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی ترقی اور تنزل دونوں کا ایک ہی سبب ہے، اور وہ ان کا فوری اور وقتی جوش، وہ سیلاب کے مانند پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہلا سکتے ہیں، لیکن کوہ کن کی طرح ایک پتھر جدا کر کے راستہ صاف نہیں کر سکتے، وہ بجلی کی مثل ایک آن میں خرمن کو جلا کر سیاہ کر سکتے ہیں لیکن چونٹی کی طرح ایک ایک دانہ نہیں ڈھو سکتے، وہ ایک مسجد کی مدافعت میں اپنا خون پانی کی طرح بہا سکتے ہیں لیکن ایک منہدم مسجد کو دوبارہ بنانے کے لیے مسلسل کوشش جاری رکھ نہیں سکتے، یہ ان سے ممکن تھا کہ محمد علی اور ابوالکلام کے دائیں بائیں گر کر جان دیدیتے لیکن یہ بس کی بات نہیں کہ وہ مسلسل آئینی جدوجہد سے ان اسیرانِ اسلام کو چھڑا لائیں۔

مایۂ طینت آدم زخمیر دگر است　　تو توقع زگلِ کوزہ گراں می داری

ہندوستان کی سیاسی بساط پر اس وقت جو بازی کھیلی جارہی ہے، ہم کو یقین نہیں کہ مسلمان اس کے اچھے شاطر ثابت ہوسکیں، کیونکہ یہ وہ میدان ہے جو ایک ایک قدم گن کر آہستہ آہستہ آگے بڑھانے سے جیتا جاسکتا ہے، اور ایک دوڑ میں آگے بڑھ جانے کی کوشش میں اب مات سامنے رکھی ہے، اور اگر غفلت سے اپنی جگہ پر قائم رہیں تو بہ توشہ کی تاب نہ لاکر فوراً بساط اُلٹ دیں گے۔

ہماری ناکامی کا اصل سبب کیا ہے؟ یہ ہے کہ ہم آندھی کی طرح آتے ہیں، اور بجلی کی طرح گزر جاتے ہیں، ہم کو دریا کے اس پانی کی طرح ہونا چاہئے جو آہستہ آہستہ بڑھتا ہے، اور سالہا سال میں کناروں کو کاٹ کر اپنا دہانہ وسیع کرتا جاتا ہے، کامیابی مسلسل اور پائیدار کوشش میں ہے، ہمالیہ کی برفستانی چوٹیاں آہستہ آہستہ پگھلتی ہیں، لیکن کبھی جمنا اور گنگا کو خشک نہیں ہونے دیتیں، آسمان کا پانی ایک گھنٹہ میں دشت وجبل کو جل تھل بنا دیتا ہے، لیکن چند ہی روز میں ہر طرف خاک اُڑنے لگتی ہے۔

تمہاری عبرت کے لیے خود تمہاری قومیت کی پیدائش کا سبق کافی ہے، اسلام اکیس سال میں تکمیل کو پہنچا، مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ برس رہے، اور اس طویل زمانہ کا ہر لحظہ دعوت اور تبلیغ میں گزرا، تاہم خاطر خواہ کامیابی نہ ہوسکی، لیکن آپ اس سے ملول خاطر نہ ہوئے، اور جب آپؐ کے چچا نے بلا کر سمجھایا، کہ اس خیال خام سے باز آؤ، اس وقت آپ کی زبان سے جو فقرہ نکلا اس کی روشنی اس وقت تک ماند نہ ہوگی جب تک آسمان پر آفتاب وماہتاب کی روشنی باقی ہے، آپ نے فرمایا "قریش اگر میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں تو بھی اس کوشش سے باز نہ آؤں گا"۔

جس قوم نے اس عزم واستقلال کے آغوش میں تربیت پائی ہو، اس کے لیے حیف ہے کہ ایک ایک منٹ میں اس کا رنگ بدل جائے، وہ چاند اور سوج کو پا کر نہیں، بلکہ چاند کی طرح کی ایک زرد دھات سے للچا کر اور سورج کی طرح کی ایک سفید دھات سے ڈر کر دفعۃً اس کے ارادہ کا رخ اس طرح پلٹ جائے، گویا وہ بادِ صرصر کے جھونکے میں ایک خزاں رسیدہ درخت کی پتی تھی۔

ہم ایک ہی بات کہنا چاہتے ہیں کہ کامیابی صرف مسلسل اور پائیدار کوشش میں ہے۔

(علامہ سید سلیمان ندویؒ، شذرات سلیمانی، ص:۳۹-۴۰)

یہ بجھی بجھی تمنا یہ تھکے تھکے ارادے

شمس الحق ندوی

حق وباطل، سچ اور جھوٹ، انصاف اور ظلم، محبت اور عداوت، شرافت وخوش خلقی، شرارت وخباثت کی کشمکش ازل سے چلی آرہی ہے اور چلتی رہے گی، قرآن کریم میں جو مالک کائنات کی آخری کتاب اور اشرف المخلوقات حضرتِ انسان کے لیے دنیا کی فانی عمر کو گزارنے کے لیے "گائڈ بک" رہنما کتاب ہے اس کشمکش کا ذکر بار بار کیا گیا ہے اور جن قوموں نے حق وصداقت کی آواز کا انکار کیا اپنے ہادی ورہبر (یعنی نبی) کا مذاق اڑایا اور اپنی بگڑی ہوئی عادتوں اور خود ساختہ خداؤں کے خلاف اس کو بغاوت سے تعبیر کیا، ہر طرح سے ہیر پھیر کر سمجھانے پر بھی نہ مانے، مذاق اڑاتے اور راہ دکھانے والے کو چڑاتے اور ستاتے ہی رہے تو وقت مقررہ پر اسی دنیا میں ان کو خدائی مار کا مزہ چکھا دیا گیا۔ کسی قوم پر پتھروں کی بارش ہوئی اور پھر اس خطہ کی زمین کو اٹھا کر انہیں پردے مارا گیا، کسی قوم پر آندھی اور طوفان کا ایسا عذاب آیا کہ ٹکرا ٹکرا کر مر گئے، پوری آبادی تباہ ہو کر رہ گئی، کسی قوم پر سیلاب اس طرح آیا کہ اوپر سے بھی پانی برسا نیچے سے بھی ابلا اور سب کے سب ڈوب کر مر گئے، ایسے کہ ان پر کوئی رونے والا نہ رہا، اور کسی قوم پر باندھ اس طرح سے ٹوٹا کہ سارے باغات وکھیتیاں تباہ ہو کر رہ گئیں اور ان کی جگہ جھاڑ جھنکاڑ نے لے لی۔ کسی کے نشۂ طاقت نے خدائی کا دعوا کروایا تو اس کو مع لاؤ لشکر کے دریا میں غرق کر دیا گیا، جب ڈوبتے ہوئے ہوش کی آنکھیں کھلیں تو بول اٹھا "میں سارے عالم کے رب (خدا) پر ایمان لے آیا اسی رب پر جو موسیٰ وہارون کا رب ہے" جواب ملا اب! اور اس سے پہلے جھٹلاتے رہے، کوئی اپنے ٹھاٹھ باٹھ، جاہ وجلال اور زیب وزینت کا رعب جمانے کے لیے نکلا تو زمین میں دھنسا دیا گیا۔

آخری نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو اس طرح کے عمومی عذاب سے تو بچا لیا گیا، مگر اس کے نمونے الگ الگ شکلوں میں برابر دکھائے جاتے رہتے ہیں کہ ہوش کی آنکھیں کھلیں مگر! دنیا کی زیب وزینت اور اس کی فوری چمک دمک اور نقد عیش وعشرت کا نشہ سوچنے اور غور نہیں کرنے دیتا حالانکہ جس قرآن کریم نے پچھلی قوموں کی داستان انکار وخدا فراموشی کے برے انجام کو بیان کیا ہے، بہت صفائی کے ساتھ باخبر اور آگاہ کر دیا ہے کہ ہم نے اس دنیائے فانی کے اندر جو حسن وجمال اور عیش وطرب کا سامان رکھا ہے وہ تمہارے جانچنے اور پرکھنے کے لیے یہ دیکھنے اور امتحان لینے کے لیے کہ کون اپنے مالک وخالق، اپنے منعم حقیقی کے حکموں کو مانتا اور اس کے مطابق زندگی گزارتا ہے، اچھے اور شریفانہ کام کرتا ہے، اور کون گذشتہ قوموں کی تباہی کے عبرتناک انجام کو جانتے ہوئے بھی جانوروں اور چوپایوں کی طرح ان لذتوں میں غرق ہو کر اپنی دائمی زندگی کو بھول جاتا ہے، قرآن نے اسے صاف صاف فرمایا:

﴿وَجَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (ہم نے (اس) زمین پر جو کچھ ہے اسے اس کے لیے باعث رونق بنا دیا تاکہ ہم لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں کون بہتر ہے عمل کے لحاظ سے۔

اور یہ بھی بہت صفائی کے ساتھ کہدیا کہ جو لوگ اس کتاب ہدایت پر توجہ نہیں دیتے اس کو ناقابل التفات بلکہ غلط اور گڑھی اور بنائی ہوئی بات کہتے ہیں، ان کے لیے ہم دنیا کے عیش وطرب اور ہر طرح کے آرام وراحت کی چیزوں کی بھرمار کر دیتے ہیں کہ مست ومدہوش ہو کر خوب مزے اڑالیں، جب تمام ہو جائے تب ان کو جرم انکار وبغاوت کا پورا پورا مزہ چکھائیں، پڑھئے قرآن کریم اس حقیقت کو کس طرح بیان کرتا ہے ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ﴾(ھود:۱۵) اور جولوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زیب وزینت کے طالب ہوں ہم ان کے اعمال کا بدلہ انہیں دنیا ہی میں دے دیتے ہیں اور اس میں انکی حق تلفی نہیں کی جائے گی۔

لیکن اس کا انجام آگے کیا ہوگا اس کو اس طرح بیان کیا گیا ہے ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾(ھود:۱۶) یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں (جہنم کے سوا) اور کچھ نہیں، اور جو عمل انہوں نے دنیا میں کئے سب برباد اور جو کچھ وہ کرتے رہے سب ضائع۔

اس موقع پر نشور واحدی کا یہ شعر یاد آتا ہے ع

لوگ نقد خریدتے ہیں جہنم
جنت جو ادھار رکھی ہے

غیروں کو تو کچھ کہنا ہی نہیں کہ اس کتاب ہدایت (گائڈ بک) کا ان کے انکار وبغاوت بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر اس سے مذاق وتحقیر کے سبب ان کے دلوں کو سیل کر دیا گیا ہے۔ افسوس ان فرزندان توحید پر ہوتا ہے جو اس کتاب ہدایت پر ایمان ویقین کے باوجود، اور کل اپنے مالک کی بارگاہ میں حاضری اور پیشی کو تسلیم کرتے ہوئے جزا وسزا کو ماننے کے بعد بھی غیروں کے عیش وطرب کو دیکھ کر ان کو بھی اسی راہ کو اپنانے کا شوق، اسی طرز زندگی اور بے لگام تہذیب وثقافت کے اپنانے اور اسی رنگ میں رنگ جانے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کے بغیر بزعم خود مادی ترقی میں وہ ان کی ہمسری نہیں کر سکتے، اور بہتوں کا تو یہ حال ہو رہا ہے کہ۔

ایماں مجھے روکے ہے جو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

اس وقت اسلام ومسلمانوں کے تعلق سے دنیا کی قومیں اور فرعونی طاقتیں جو کچھ کر رہی ہیں اوپر قرآن ہی کی روشنی میں بتادیا گیا کہ یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے انہیں طوفانوں کے منجدھار میں کشتی اسلام چلتی رہی ہے اور چلتی رہے گی، اور دشمنان اسلام کی سازشیں ناکام ہوتی رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی، قرآن کریم اس حقیقت کو بھی بہت صاف صاف بیان کرتا ہے کہ ﴿يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾(ترجمہ: چاہتے ہیں کہ بجھادیں اللہ کی روشنی اپنے منہ سے اور اللہ کو پوری کرنی ہے اپنی روشنی، اور بھلے ہی بُرا مانے مشرک)

اسلام کے خلاف ہر طرح کی سازشیں اور نت نئے منصوبے تو ایسے رہے ہیں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں قرآن کریم ہی کے الفاظ میں اس کو پڑھ لیجئے ﴿وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ﴾ (ترجمہ: اور واقعی ان کی چالیں ایسی تھیں کہ اُن سے پہاڑ بھی ٹل جائیں) ایک جگہ یوں ارشاد ہے ﴿اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا وَّاَكِيْدُ كَيْدًا﴾ (ترجمہ: البتہ وہ لگے ہوئے ہیں ایک داؤ میں اور میں لگا ہوا ہوں ایک داؤ کرنے میں)۔

حالات جو بھی ہوں جیسے بھی ہوں بندۂ مومن کو ان ارشادات ربانی کی روشنی میں گھبرانا نہیں چاہئے کہ۔

نقطۂ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے

ہاں خود اپنی زندگی اور اپنے اعمال وکردار کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ کہیں ہم خود تو باعث رسوائے پیغمبر نہیں بن رہے ہیں بلکہ اس کے برعکس ہمت وحوصلہ یہ ہونا چاہئے کہ۔

نوارا تلخ ترمی زن جو ذوق نغمہ کم یابی

☆☆☆☆☆

ہجرت سے ایک سبق

ہجرت کے بصیرت افروز واقعات

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہجرت سے سب سے پہلی بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ دعوت اور عقیدہ کی خاطر ہر عزیز ومحبوب اور ہر مانوس ومرغوب شے اور ہر اس چیز کو جس سے محبت کرنے، جس کو ترجیح دینے اور جس سے بہر صورت وابستہ رہنے کا جذبہ انسان کی فطرت سلیم میں داخل ہے، بے دریغ قربان کیا جاسکتا ہے، لیکن ان دونوں اول الذکر چیزوں کو ان میں سے کسی چیز کے لئے ترک نہیں کیا جاسکتا۔

مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت اور آپؐ کے اور صحابۂ کرامؓ کے مرکز ووطن کے علاوہ دلوں کے لئے مقناطیس کی سی کشش رکھتا تھا، اس لئے کہ اسی شہر میں بیت اللہ ہے، جس کی محبت ان کی روح اور خون میں پیوست تھی، لیکن ان میں سے کسی ایک چیز نے بھی آپ کو اور صحابۂ کرامؓ کو ترک وطن اور اہل وعیال کو خیر باد کہنے سے باز نہیں رکھا، کیونکہ زمین اس عقیدہ ودعوت کے لئے بالکل تنگ ہو چکی تھی، اور مکہ والے ان دونوں چیزوں سے منہ پھیر چکے تھے۔

بشری وانسانی تعلق ومحبت اور ایمانی قوت اور ذوق وشوق کے یہ ملے جلے جذبات آپؐ کے اس جملہ سے بخوبی جھلک رہے ہیں جو ہجرت کے وقت آپؐ نے مکہ کو مخاطب کر کے کہا تھا "ما اطيبك من بلد واحبك الىّ ولولا أن قومى اخرجونى منك ما سكنت غيرك" (تو کتنا اچھا شہر ہے اور مجھے کس قدر عزیز ومحبوب ہے، اگر میری قوم مجھے یہاں سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کسی اور جگہ سکونت اختیار نہ کرتا)۔

یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تعمیل تھی:۔

﴿يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ﴾۔ (سورۂ عنکبوت۔ ۵۶)

اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو، میری زمین فراخ ہے تو میری ہی عبادت کرو۔

غار ثور کی طرف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ مکہ سے چھپتے چھپاتے روانہ ہوئے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ کو ہدایت کی کہ وہ ذرا خبر رکھیں کہ لوگ ان کے بارے میں کیا چہ میگوئیاں کر رہے ہیں، اپنے غلام عامر بن فہیرہ کو حکم دیا کہ وہ دن بھر ان کی بکریاں چرایا کریں اور شام کو ان کا دودھ پہونچا دیا کریں، اسماء بنت ابی بکر کھانا پہونچایا کرتی تھیں۔

محبت کی کرشمہ سازیاں

محبت تخلیق انسانی سے لے کر آج تک ایک ایسے الہامی جذبہ کی حیثیت سے زندہ، پائندہ اور تابندہ ہے، جو نازک سے نازک باتوں کی طرف بطور خود رہنمائی کرتی ہے، اور راستہ سجھاتی ہے، یہ "عشق است وہزار بدگمانی" والا مضمون ہے، وہ اپنے محبوب سے کسی وقت غافل نہیں ہوتی اور موہوم سے موہوم چیز کا خطرہ محسوس کر لیتی ہے، اس سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کچھ یہی حال تھا، چنانچہ روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ چلنے میں کبھی آپؐ سے آگے رہتے کبھی پیچھے چلنے لگتے، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو محسوس فرمایا اور کہا کہ ابوبکر کیا بات ہے کبھی تم میرے پیچھے چلتے ہو اور کبھی آگے؟ انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھے تعاقب کا خیال آتا ہے تو میں پیچھے چلنے لگتا ہوں، پھر گھات کا خطرہ ہوتا ہے تو آگے آجاتا ہوں۔

جب دونوں حضرات غار تک پہونچ گئے تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپؐ ذرا توقف فرمائیں میں غار کو دیکھ بھال لوں اور صاف کرلوں، اس کے بعد وہ غار کے اندر گئے اور اس کو صاف کر کے اور سوراخ وغیرہ بند کر کے باہر آئے اس وقت ان کو یاد آیا کہ ایک بل باقی رہ گیا ہے جس کو وہ ٹھیک سے نہیں دیکھ سکے، پھر انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ آپؐ ذرا اور توقف فرمائیں، میں اس کو دیکھ لوں، پھر اس کے اندر گئے اور جب اس کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو کہا یا رسول اللہ اب آپؐ اندر اتر آئیں، چنانچہ آپؐ اندر تشریف لے آئے۔

آسمانی کمک اور غیبی امداد

جب دونوں غار میں داخل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے مکڑی کو بھیجا، اس نے غار اور غار کے منہ پر جو درخت تھا، اس کے درمیان ایک جال بن دیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپا دیا، اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دو جنگلی کبوتریوں کو بھیج دیا جو اوپر

پھر پھڑاتی رہیں پھر آ کر وہاں بیٹھ گئیں۔

﴿وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (اور اللہ ہی کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمین کے لشکر ہیں)۔

انسانی تاریخ کا سب سے نازک لمحہ

ادھر مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعاقب شروع کیا، یہ انسانیت کے طول وطویل سفر کا سب سے نازک اور سب سے زیادہ فیصلہ کن لمحہ تھا، یا تو ایک ایسی بدنصیبی سامنے تھی جس کی کوئی انتہا نہیں، یا ایک ایسی خوش نصیبی واقبال مندی کا آغاز ہونا تھا، جس کی کوئی حد نہ تھی، انسانیت نے بے چینی سے اپنی سانس روک لی تھی، اور بے حس وحرکت ہو کر ان جاسوسوں اور تعاقب کرنے والوں کو پھٹی ہوئی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی جو اس وقت غار کے منہ پر کھڑے تھے، اور صرف اتنی دیر باقی تھی کہ ان میں سے کوئی نیچے دیکھ لے، لیکن خدا کی قدرت ان کے اور اس اقدام کے درمیان حائل ہوگئی، اور وہ دھوکہ کھا گئے، انھوں نے دیکھا کہ غار کے منہ مکڑی کے جالے سے بند ہے تو ان کا ذہن بھی ادھر نہ جا سکا کہ اندر کوئی ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے:۔

﴿فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا﴾ (سورۂ توبہ۔ ۴۰)

تو خدا نے ان پر تسکین نازل فرمائی اور ان کو ایسے لشکروں سے مدد دی جو تم کو نظر نہیں آتے تھے۔

"لاتحزن ان الله معنا"

اس لمحہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نگاہ اوپر اٹھی تو انھیں مشرکین کے آثار نظر آئے، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! اگر ان میں سے کسی نے ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو ہمیں دیکھ لے گا، آپؐ نے جواب دیا "ماظنك باثنين الله ثالثهما" (ان دو کے بارہ میں تمہارا کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ہے؟) اسی سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی:۔

﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْهُمَا فِي الْغَارِ اِذْيَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾۔ (سورۂ توبہ۔ ۴۰)

(اس وقت) دو ہی شخص تھے جن میں (ایک ابوبکرؓ تھے) دوسرے (خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے اس وقت پیغمبر اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں سراقہ کی روانگی

قریش نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کر کے لائے گا اس کو سو اونٹنیاں انعام میں دی جائیں گی، ان لوگوں نے غار میں تین راتیں گذاریں، پھر دونوں آگے کی طرف روانہ ہوئے (عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن اریقط جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ بتانے کے لئے اجرت پر ساتھ لیا تھا) ساحل کی طرف سے آپ گولے کر چلے۔

سراقہ بن مالک بن جعشم کو انعام کی لالچ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب پر آمادہ کیا، اور سو اونٹنیوں کے شوق میں اس نے ایک گھوڑے پر سوار ہو کر آپؐ کے نشاناتِ قدم کی مدد سے تعاقب شروع کیا، لیکن اس کے گھوڑے کو اچانک ٹھوکر لگی اور وہ گر پڑا لیکن اب بھی ہار نہ مانی اور آپؐ کے نشانات پر آگے بڑھتا رہا، دوسری مرتبہ اس کے گھوڑے نے پھر ٹھوکر کھائی اور وہ گرا، پھر سوار ہوا اور تعاقب شروع کیا، یہاں تک کہ یہ لوگ اس کو سامنے نظر آ گئے، اور اسی وقت تیسری بار گھوڑے نے سخت ٹھوکر کھائی اور اسکے دونوں اگلے پاؤں زمین میں دھنس گئے، سراقہ گر پڑا، اسی کے ساتھ بگولہ یا آندھی کی شکل میں وہاں سے دھواں بھی اٹھا۔

سراقہ نے جب یہ دیکھا تو سمجھ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی حمایت میں ہیں، اور وہ ہر صورت میں غالب آئیں گے، اس نے زور سے آواز دی اور کہا کہ میں سراقہ بن جعشم ہوں، مجھے بات کرنے کا موقع دیجئے، مجھ سے آپؐ لوگوں کو ہرگز کوئی نقصان نہ پہونچے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا اس سے پوچھو کہ وہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟ سراقہ نے کہا کہ آپ ایک تحریر مجھے دیدیں جو ہمارے اور آپؐ کے درمیان ایک نشانی اور یادگار کے طور پر محفوظ رہے عامر بن فہیرہ نے ہڈی یا جھلی پر ایک تحریر لکھ کر اس کے حوالہ کی۔

ایک خلاف قیاس اور ملورائے عقل پیش گوئی

عین اس حال میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت پر مجبور ہیں، مکہ میں رہنا ممکن نہیں، دشمن ہر طرف گھات میں ہیں، اور ان کا تعاقب کیا جا رہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ اس دن کی طرف جاتی ہے، جس دن آپؐ کے غلام کسریٰ کا تاج اور قیصر کا تخت اپنے پیروں سے روندیں گے، اور زمین کے خزانوں کے مالک ہوں گے، آپؐ نے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اس درخشاں روشنی کی پیش گوئی کی اور سراقہ سے ارشاد فرمایا سراقہ! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کسریٰ کے کنگن تم اپنے ہاتھ میں پہنو گے؟

بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے نصرت وحمایت اور فتح مبین اور دین کے لئے غلبہ وعروج اور

فتح مکمل کا وعدہ کیا تھا:۔

﴿هُوَالَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ، وَلَوْكَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ (سورۂ توبہ، ۳۳)

وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا، تاکہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ کافر ناخوش ہی ہوں۔

کوتاہ بیں اور کم عقل لوگوں نے اس بات کا انکار کیا، قریش نے اس کو امر محال اور انہونی بات سمجھی لیکن نگاہ نبوت دور کو قریب دیکھ رہی تھی:۔

اِنَّ اللّٰهَ لَايُخْلِفُ الْمِيْعَاد۔

بے شک خدا خلاف وعدہ نہیں کرتا۔

اور حرف بحرف اسی طرح ہوا، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کسریٰ کے کنگن اس کا پٹکا اور تاج حاضر کیا گیا تو انھوں نے سراقہ کو بلایا اور اس کو یہ پہنایا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی، سراقہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زاد راہ اور ضروری سامان کی بھی پیش کش کی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول نہ فرمایا اور صرف اتنی بات کہی کہ "اخف عنا" ہماری اطلاع کسی کو نہ دینا)۔

مبارک شخص

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اپنے سفر کے دوران ام معبد الخزاعیہ کے پاس سے گزرے، ان کے پاس ایک بکری تھی، جس کا چارہ پانی کی کمی سے دودھ خشک ہو گیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا، اللہ کا نام لیا اور دعا کی، چنانچہ اسی وقت دودھ تیزی سے جاری ہو گیا، آپؐ نے یہ دودھ ام معبد کو اور اپنے ساتھیوں کو پلایا، یہاں تک کہ سب خوب سیراب ہو گئے، پھر آپؐ نے نوش فرمایا، اور دوبارہ دوہا یہاں تک کہ برتن پور البریز ہو گیا، جب ابو معبد اپنے کام سے واپس آئے اور واقعہ دریافت کیا، تو ام معبد نے ان سے کہا کہ "خدا کی قسم! ایک مبارک شخص ہمارے پاس سے گزرے، اور ایسی ایسی انھوں نے باتیں کیں" پھر انھوں نے بہترین الفاظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی، یہ سن کر ابو معبد بولے، خدا کی قسم مجھے یہ قریش کے وہی شخص معلوم ہوتے ہیں، جن کی قریش کو تلاش ہے۔

رہبر نے ان دونوں کو ساتھ لے کر اپنا سفر جاری رکھا، یہاں تک کہ یہ قبا تک، جو مدینہ کے مضافات میں ہے، پہونچ گئے یہ واقعہ ۱۲ر ربیع الاول دوشنبہ کا ہے، اور اسی سے اسلامی تقویم اور اسلامی تاریخ کا آغاز ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆

فقہ وفتاویٰ

سوال وجواب

مفتی محمد طارق ندوی

سوال: حکام کے ظلم سے بچنے کے لیے رشوت دینا کیسا ہے؟

جواب: دفع ظلم اور جائز حق کے حصول کے لیے اگر بغیر رشوت کے کوئی چارہ نہ ہو تو گنجائش ہے بشرطیکہ دوسرے کی حق تلفی نہ ہو۔

سوال: سرکاری بینک سے اور ڈاکخانہ سے ملنے والی سودی رقم کا اپنے استعمال میں لانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اپنے ذاتی استعمال میں لانا درست نہیں بلکہ اس کا مصرف فقراء ہیں، البتہ اس رقم سے حکومت کو ٹیکس دینے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

سوال: صرف ترجمہ قرآن بے وضو چھونا درست ہے یا نہیں؟

جواب: قرآن کا ترجمہ خواہ کسی زبان میں مسلمان کے لیے اس کا چھونا بے وضو مکروہ ہے، اس میں اردو، فارسی، انگریزی، ہندی سب داخل ہیں۔

سوال: مسجد کی دیواروں اور لکڑیوں وغیرہ کو پینٹ (Paint) سے رنگنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: پینٹ (Paint) میں اگر بدبو نہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

سوال: اگر کوئی فرد اسلام ایثار قربانی کے طور پر یہ وصیت کرے کہ میری وفات کے بعد میری آنکھ فلاں شخص کو یا کسی ضرورت مند کو دے دی جائے تو کیا شرعی نقطۂ نگاہ سے اس نوعیت کی وصیت کے نفاذ کی کوئی وجہ جواز ہے؟

جواب: شریعت اسلامی کی رو سے کوئی آدمی اپنے جسم وجان کا مالک نہیں ہوتا ہے، اس لیے ملک نہ ہونے پر تصرف کس طرح جائز ہو سکتا ہے، پھر یہ احترام انسانیت کے خلاف بھی ہے، جس طرح آنکھ ہے اسی طرح دوسرے اعضاء بھی مریضوں کے کام آسکتے ہیں تو اگر اس کا دروازہ کھول دیا جائے تو انسان کا قبر میں دفن ہونا مشکل ہو جائے گا، اور اس کا سارا جسم چندہ میں تقسیم ہو کر رہ جائے گا، اور اس کے علاوہ بھی مزید اندیشے ہیں جو انتہائی خطرناک ہیں، اور حرمت انسانیت کے خلاف ہیں اس لیے از روئے شرع کوئی بھی اعضاء کی وصیت نہیں کر سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

کتاب الٰہی

چوتھی قسط

قرآن کریم کتابِ الٰہی ہے

پروفیسر عطیہ خلیل عرب

.....اس میں کوئی شک نہیں کہ جوں جوں انسانی عقل میں ارتقاء اور بیداری پیدا ہوگی قرآن کریم کا اعجاز ثابت ہوتا رہے گا، کلام الٰہی بار بار ﴿لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ اور ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ﴾ فرماتے ہوئے اہل خرد یا اولی الالباب کو خطاب فرماتا ہے، اور کوئی نہیں جانتا کہ کلام الٰہی ابھی یا آئندہ مدت میں قیامت تک اور کس انداز میں اپنا اعجاز دکھاتا ہے؟ اسی لیے آج سائنسی دنیا کے ماہرین خواہ بدقسمتی سے اس پر ایمان نہ لائیں لیکن اس کی حقانیت کو عملاً تسلیم ضرور کررہے ہیں اور اپنے ظرف اور طلب کے مطابق استفادہ کررہے ہیں۔

قرآن حکیم نے کئی خاص مواقع پر آسمانوں اور زمینوں اور کائنات عالم میں پھیلی ہوئی اللہ رب العالمین کی ظاہری اور باطنی نشانیوں پر غور وفکر کی دعوت دی ہے جب کہ اپنے شاندار خطاب عام میں وہ ایسے عالمگیر وتسلیم شدہ حقائق سے آگاہ فرماتے ہوئے علی الاعلان ﴿یا ایھا الناس﴾ فرما کر پورے بنی نوع انسان کو آواز دیتا ہے، سائنس کے ماہر خود بخود قرآن مجید کے اعجاز کو اپنی تحقیقات سے ثابت ہوتا ہوا پاکر تسلیم کررہے ہیں۔

مثلاً: فلکیات، ارضیات، نباتیات، علم کیمیا اور بایو کیمیسٹری، بایولوجی، مائکرو بایولوجی، وغیرہ وغیرہ، بعض سائنسدانوں نے قرآن حکیم کی اعجازی شان کو اپنے کامیاب سائنسی تجربات میں مفید نتائج دیکھ کر مان لیا ہے اور میڈیکل سائنس بھی اسی قرآنی اعجاز کی مرہون منت ہے، رحم مادر کی ساخت اور جنین کے تدریجی ارتقاء پر قرآن مجید نے حکیمانہ بصیرت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے، ملاحظہ سورہ الحج آیت نمبر ۵ ﴿یا ایُّھا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِنَ الْبَعْثِ، فَاِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَّغَیْرِ مُخَلَّقَةٍ لِنُبَیِّنَ لَكُمْ﴾ پھر فرمایا: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِنْ طِیْنٍ، ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ، ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَاماً فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْماً، ثُمَّ اَنْشَاْنَاهُ خَلْقاً آخَرَ، فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ﴾ (المومنون: ۱۲-۱۴) انسان کی تخلیق کے اس قدرتی تسلسل پر کیا دنیا کے کسی کونے میں بھی پیدا ہونے والے انسان میں یہ ہمت ہے کہ وہ اپنی تخلیق کے اعتبار سے اس عالمگیر اور تدریجی طور پر تخلیقی مراحل سے انکار کرسکے؟ مسلم سائنسداں ہو، یا غیر مسلم بلکہ خواہ وہ ذات باری تعالیٰ جل وعلا شانہ کے وجود کا منکر ہی کیوں نہ ہو؟

قرآنی اعجاز پر ریسرچ کرنے والے اسکالرز میں بعض ایسے انتہا پسند بھی ہیں جن کے افکار ونظریات سے اہل شریعت کو اتفاق ہے اور نہ فطرت پر یقین رکھنے والوں کو اعتبار ہے۔

قرآنی اعجاز کی اس نوعیت پر انشاء اللہ آگے چل کر (اعجاز قرآن کی سائنٹفک تفسیر) کے عنوان سے بحث کی جائے گی، قرآنی معجزات پر مشتمل نشانیوں کی دو قسمیں محسوساتی اور معنوی: قرآن کریم میں اللہ رب العالمین کی نشانیوں اور معجزات کی دو قسمیں ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیائے کرام کی تائید فرمائی ہے۔

ان میں سے ایک کی نوعیت محسوساتی ومادی ہے، جس نشانی یا معجزے کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں، اور ہاتھ سے چھو سکتے ہیں، یعنی ان کا ادراک بینائی اور لمس سے ممکن ہے، گذشتہ انبیائے کرام کو اللہ رب العزت نے جو معجزانہ نشانیاں عطا فرمائیں اور ان کا قرآن مجید نے ذکر فرمایا ہے، ان میں حضرت صالح کی اونٹنی اور حضرت موسیٰ کا عصاء اور حضرت سلیمانؑ کا پرندوں کی بلکہ چیونٹیوں کی بھی زبان سمجھنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے حکم سے نابینا، کوڑھی اور برص کے مریض کو شفا دینا، اور اسی کے حکم سے مردوں کو زندہ کرنا شامل ہے۔

دوسری قسم: عقلی اور معنوی

وہ کتاب الٰہی ہے جو علمی، عقلی، ادبی اور معنوی اعتبار سے اور معجزانہ شان رکھتی ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ ہے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا گیا، اس حیثیت سے قرآن مجید کا معجزہ معنوی ہے مادی نہیں اور اس کی نشانیاں عقلی دلائل اور منطقی شان رکھتی ہیں۔

پہلی قسم کا تعلق سابق انبیاء کرام سے ہے، اس کا مقصد یا دارومدار اور مطلب لوگوں کی نگاہوں کو خیرہ اور لوگوں کو حیرت میں ڈال کر دہشت زدہ کرنا تھا، دیکھنے والوں کی گردنیں جھکا ناہوا کرتا تھا، لیکن دوسری قسم کا معجزہ صرف قرآن کریم ہے جو عقل وخرد اور دل ودماغ اور فہم وادراک کو سر تسلیم خم کرنے پر

مجبور کردیتا ہے، وہ اپنے مخاطب کے ہوش وحواس کو متاثر اور چیلنج کرتا ہے۔

قرآن کریم کی شان اعجاز بصیرتوں کو اپنے نور سے روشن کرتی اور اپنے مخاطب کو علم وحکمت اور دانائی کے ساتھ متاثر ومغلوب کرتے ہوئے اپنا دلدادہ اور گرویدہ بلکہ عاشق ودیوانہ بنالیتی ہے، ہمارے خیال میں پہلی قسم کا تعلق انسانی شعور کے آغاز اور تدریجی ارتقاء سے ہے، جسے ہم عہد طفلی کا نام بھی دے سکتے ہیں اور اسی عہد کے انسانوں کو متاثر کرنے والا تھا، دوسری قسم انسانیت کی بلوغت وعقلیت یا عقل سلیم اور شعور کی پختگی پر دلالت کرتی ہے۔ اس سلسلے میں قرآن حکیم فرماتا ہے ﴿اِنْ نَشَاءْ نُنَزِّلْ مِنَ السَّمَاءِ آیَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِیْنَ﴾ (الشعراء: آیت ٤) اگر ہم چاہتے تو آسمان سے ان کے لیے کوئی نشانی اتار دیتے تو اس کے سامنے ان کی گردنیں جھک جاتیں لیکن حکمت الٰہی نے یہ پسند نہیں فرمایا، ہماری نظر میں یہ بھی قرآن مجید کے آخری اور محفوظ کتاب اور دائمی اور ابدی معجزہ ہونے کی دلیل اور منہ بولتا بلکہ زندہ وتابندہ ثبوت ہے۔

یہاں یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ پہلی قسم کی تاثیر موقع پر ظاہر ہونے کے بعد ختم ہوجاتی ہے اور یہ کسی ایسے شخص کے لیے قابل یقین یا حجت بالغہ نہیں ہوسکتی جس نے اس کا مشاہدہ خود نہ کیا ہو، لیکن دوسری قسم یعنی قرآن کریم کا اعجاز، تو جب تک یہ دنیا قائم ہے اور زمین وآسمان گردش میں ہیں ان شاء اللہ جاری رہے گا۔

حقیقت واقعہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جس طرح آخری رسالت ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے خاتم الانبیاء والمرسلین پر اپنے پسندیدہ دین اسلام کا اور اپنی حسی ومعنوی نعمتوں کا اتمام فرماتے ہوئے آپ کو اپنی آخری معجزہ نما کتاب سے نوازا ہے، یہ ایسی علمی، ادبی اور دینی اعتبار سے معجزانہ کتاب ہے جو قیامت تک باقی رہے گی، اور اللہ کی طرف سے حجت ودلیل کی صورت میں ہر زمانے کے اہل خرد سے خطاب اور اپنے مخالفین کو چیلنج کرتی رہے گی۔

یہاں ایک حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیش کی جاتی ہے، دیکھیے ارشاد ہے:

"ما من نبی من الانبیاء الا اوتی من الآیات ما علی مثله آمن البشر، وانما کان الذی اوتیته، وحیا اوحاه الله الی، فارجوان اکون اکثرهم تابعاً یوم القیامة" (متفق علیه)

مجھ سے قبل کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کو اللہ تعالیٰ نے ایسی نشانیاں نہیں دی ہوں جن کو دیکھنے والا انسان ایمان لے آئے، لیکن (میں واحد نبی ہوں کہ) مجھ پر اللہ پاک نے وہ نشانی وحی کی صورت میں نازل کی ہے (قرآنی معجزہ) مجھے یقین ہے کہ مجھ پر (بن دیکھے) ایمان لانے والی میری امت دیگر انبیاء کی امتوں سے تعداد میں زیادہ ہوگی)

مصر کے امیر الشعراء احمد شوقی نے اپنے قصیدہ (نہج البردہ) میں قرآن کریم کی اعجازی صفت کو یوں نظم کیا ہے اور اس میں مندرجہ بالا حدیث نبوی کا مضمون سمونے کی کامیاب کوشش کی ہے:

جاء النبیون بالایات فانصرمت
وجئتنا بحکیم غیر منصرم
آیاته کلما طال المدی جدد
یزینهن جلال العتق والقدم

مفہوم یہ ہے کہ (آپ سے قبل) جو بھی انبیائے کرام تشریف لائے وہ ایسی نشانیاں اپنے ساتھ لائے تھے جو وقت کے ساتھ ختم ہوگئیں، لیکن آپ ایسی حکمت آمیز نشانی (معجزہ) لے کر آئے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے، اس کی آیات وقت گزرنے کے ساتھ نئی تازہ رہیں گی، اور ان آیات کی قدامت اس کے حسن کلام میں اضافہ کرتی رہے گی۔

کوئی بھی نشانی یا معجزہ ہو، وہ نبوت ورسالت کی صداقت پر یقیناً دلالت کرے گا، لیکن یہ نشانی پیغام رسالت سے الگ اور اس کی حیثیت اضافی اور خارجی ہوگی، مثلاً توراۃ اور قرآن کریم کے مطابق جو معجزات لائے وہ اس کتاب الٰہی یا پیغام ربانی توراۃ کا حصہ نہیں تھے (جس پر عمل کی دعوت دی جاتی) اسی طرح حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی مسیحائی ان کی قوم کو ورثے میں نہیں مل سکتی تھی کہ وہ ان کی طرح بیماروں کو شفا دیدیں اور مرنے والوں کو زندہ کردیں، یہ معجزہ وقتی اور صرف اپنے نبی کی صداقت پر ایمان لانے کے لیے تھا، توراۃ اور انجیل البتہ کلام الٰہی تھیں جن پر ایمان اور عمل لازم تھا۔

عقلی معجزہ:

لیکن عقلی معجزہ براہ راست صرف رسالت کے موضوع پر اور رسالت کی تصدیق ہے، یعنی خود قرآن عظیم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت وصداقت کی سب سے بڑی نشانی اور دلیل ہے۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب

جو نازل ہوتے وقت بھی دستور الٰہی اور موضوع ہدایت تھا ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ بَیِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ﴾ (الانعام: ۱۵۷) اور ہمیشہ رہے گا، قرآن مجید اپنی حقانیت میں خود بھی رسالت محمدی پر گواہ اور ناقابل انکار ثبوت بلکہ روشن دلیل ہے، اور ساتھ ہی ساتھ اپنی ہدایت ورحمت کے باوصف ابدی ہونے کا اعجاز رکھتا ہے.....

(جاری)

حضرت اکبر الٰہ آبادیؒ اور آزادیٔ نسواں

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

جدید تہذیب وتمدن کا ایک بہت بڑا مظہر ''آزادیٔ نسواں'' ہے اس شاندار لفظ کے عقب میں حقیقت عریاں بے پردگی، بے حجابی وبے عصمتی کی ہے، اکبر کے ترکش کے اکثر تیروں کا ہدف یہی ہے۔

اس تہذیب کا ایک نمایاں کرشمہ یہ ہے کہ جہاں بیوی سے شرم وحیا رخصت ہوچکی ہے، وہاں شوہر سے بھی حمیت وغیرت سلب ہوجاتی ہے، اکبر کے نگارخانے میں یہ مرقع ایک ممتاز مقام پر آویزاں ملے گا۔

خدا کے فضل سے بیوی میاں دونوں مہذب ہیں
حجاب ان کو نہیں آتا، انہیں غصہ نہیں آتا

یورپ کی عدالتوں میں مقدماتِ طلاق جس افراط سے دائر ہوتے رہتے ہیں اور شہادتوں میں جیسے جیسے حیا سوز واقعات کا انکشاف ہوتا رہتا ہے، وہ وہاں کی زندگی کا جزو بن چکے ہیں اور ''صاحب'' کے قدموں کے طفیل ہندوستان بھی ان برکتوں سے مستفید ہوچکا ہے، اب یہاں بھی ایسے واقعات الشاذ کالمعدوم کے حکم میں نہیں رہے ہیں، لیکن یہاں ابھی حساس حمیت وغیرت بہرحال کچھ نہ کچھ زندہ ہے، اس لیے واقعہ ہوچکنے کے بعد حسرتیں بھی ہوتی رہتی ہیں، اور ندامتیں بھی، یہ کیفیت اکبر کی زبان سے سنیے۔

کیا گزری جو اک پردہ کے عدو رو کے پولس سے کہتے تھے
عزت بھی گئی، دولت بھی گئی، بیوی بھی گئی، زیور بھی گیا

اس غزل کے چند اور شعر بھی ہیں، دردوعبرت کے رنگ میں ڈوبے ہوئے، بے محل نہ ہوگا اگر انہیں بھی اس سلسلہ میں سن لیا جائے۔

اکبر نہ تھا بت خانہ میں زحمت بھی ہوئی اور زر بھی گیا
کچھ نامِ خدا سے انس بھی تھا، کچھ ظلم بتاں سے ڈر بھی گیا

پروانہ کا حال اس محفل میں ہے قابلِ رشک اے اہل نظر
اک شب ہی میں یہ پیدا بھی ہوا، عاشق بھی ہوا اور مر بھی گیا

کعبہ سے جو بت نکلے بھی تو کیا کعبہ ہی گیا جب دل سے نکل
افسوس کہ بت بھی ہم سے چھٹے اور چھوٹ خدا کا گھر بھی گیا

جو گونج رہا تھا خوشیوں سے اس قصر پہ کل میں رویا بہت
کوئی متنفس تھا نہ وہاں اندر بھی پھرا، باہر بھی گیا

آخری شعر میں شاعر جگ بیتی سے زیادہ آپ بیتی بیان کررہا ہے، اکبر دنیوی حیثیت سے بھی ایک خاصے بڑے آدمی تھے، وطن (الٰہ آباد) میں ''عشرت منزل'' کے نام سے کوٹھی بنوائی، (اپنے صاحبزادہ کے نام پر) ایک زمانہ میں واقعی عشرت منزل ہی تھی، دعوتیں جلسے، اسپیچیں، شعروسخن، چہل پہل، فرنیچر اور سامان آرائش وغیرہ، آخر زمانہ میں حالت اس کے ٹھیک برعکس، پہلے محبوب بیوی نے داغ مفارقت دیا، پھر نوجوان محبوب بیٹا رخصت ہوا، جج صاحب کی پنشن ہوئی، آنکھیں خراب ہوئیں، صحت نے جواب دیا، صاحبزادے پردیس میں ملازم، مکان سنسان، پائیں باغ ویران، سامان آرائش وغیرہ غائب، ہر طرف سناٹا چھایا ہوا، ہو حق کا عالم، ایک حضرت اکبر خود، ایک مرد ملازم، ایک بوڑھی ماما، بس کل اتنی آبادی۔

خیر، یہ ایک جملہ معترضہ آگیا تھا، اب پھر پہلے شعر کیا گزری جوالخ کو دہرا کر آگے چلیے۔

ایک جگہ بے پردگی اور تعلیمِ نسواں کو لازم وملزوم بتاتے ہیں، اور دو مختلف مفہوموں (پردہ اٹھنے اور تعظیم کے لیے اٹھنے) کے لیے لفظ ''اٹھنے'' کے اشتراک سے فائدہ اٹھا کر کیا خوب شاعرانہ استدلال سے کام لیتے ہیں۔

مجلسِ نسواں میں دیکھو عزتِ تعلیم کو
پردہ اٹھا چاہتا ہے، علم کی تعظیم کو

تخیل ہے تو شاعرانہ، لیکن اس واقعیت کو بھی اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے کہ پردہ شکنی کی حمایت میں ہے بھی تو بڑی دلیل یہی، کہ پردہ کی چاردیواری کے اندر رہ کر علم کی تازہ ہوا نصیب ہونا ممکن کہاں؟ اور علم وتعلیم کے جو معنی اس گروہ کے ذہن میں ہیں ان کے لحاظ سے یہ قول ہے بھی بالکل بجا۔

ہمارے ہاں بہترین عورت کا تخیل یہ تھا کہ شروع سے دبی لچی رہے، خانہ داری کے طور طریقے سیکھے کہ آگے چل کر اسے گھر کی ملکہ بننا ہے، بچپن میں والدین کی اطاعت اور شادی کے بعد شوہر کی رضامندی کو پروانۂ جنت خیال کرے، خانگی شیرازہ اس کی ذات سے بندھا ہوا رہے، خاندان کی مسرتیں اس کے دم سے قائم رہیں، صحیح معنی میں ''اہل خانہ'' ثابت ہو، اولاد کو تربیت کے بہترین راستہ پر ڈال سکے، شوہر کی عزت ومحبت، بڑوں کی

تعظیم وخدمت گزاری اور چھوٹوں کی الفت وشفقت کے جذبات لے کر دنیا میں آنکھ کھولے اور انہیں جذبات کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو، فرنگیوں کے یہاں عورت کی عزت کا معیار ہی کچھ دوسرا ہے، ان کے نزدیک عورت کا یہ مشرقی تخیل عورت کے لیے باعث توہین ہے، موجب تحقیر ہے، ان کی فرہنگ میں ادب وتعظیم، اطاعت وخدمت گزاری مرادف ہیں محکومی کے، غلامی کے، ان کا قول ہے کہ عورت اپنے کو چھپانے کے لیے نہیں، دکھانے کے لیے آئی ہے، اس کا کام یہ نہیں ہے کہ جب دیکھیے گھر ہی کے اندر، شوہر کے، یا ساس نند کے پہلو سے لگی بیٹھی ہے، وہ عورت ہی کیا جس کے حسنِ گفتار، حسن رفتار، حسن صورت، زیب وزینت، خوش لباسی، گلے بازی، رقاصی کے چرچے سوسائٹی میں عام نہ ہوں؟ اخبارات میں اس کے فوٹو شائع ہوں، اس کا نام زبانوں پر لذت کے ساتھ آئے، اس کا جلوہ آنکھوں میں چمک پیدا کردے، اور اس کا تصور دلوں میں شوق، بہترین عورت وہ نہیں جو بہترین بیوی ہو یا بہترین ماں، بلکہ وہ ہے جس کی ذات، دوست احباب کی خوش وقتیوں کا دلچسپ ترین ذریعہ ہو، اور ایسی ہو کہ اس کی رعنائی ودل ربائی کے نقش ثبت ہوں، کلب کے درودیوار پر، پارک کے سبزہ زار پر، ہوٹل کے کوچ اور صوفے پر۔

''ہمارے'' اور ''ان'' کے تخیل کے اس بعدالمشرقین کو اقلیم لفظ ومعنی کا یہ تاجدار دولفظوں میں جس جامعیت اور جس ندرت کے ساتھ بیان کرجاتا ہے یہ اسی کا حصہ تھا۔

حامدہ چمکی نہ تھی، انگلش سے جب بیگانہ تھی
اب ہے شمع انجمن پہلے چراغِ خانہ تھی

''چمکی'' میں وہ بلاغت ہے کہ سننے والا لوٹ لوٹ جائے، یہ ''چمک'' مخصوص ہے ''نئی روشنی'' کی چمنیوں کے ساتھ پرانے فانوسوں میں ڈیوٹ والے چراغوں میں چمک دمک بھلا کہاں! شرم وحیا سے آزادی، دنیا کی دل ستانی کے لیے ناز وانداز، قابلیت کے جوہر کی جلا، یہ سب کچھ اس ننھے سے لفظ ''چمکی'' سے ظاہر وآشکار، اور یہ ''شمعِ انجمن'' اور چراغ خانہ کی مثال کس قدر روشن کیسی ضیابار، تشبیہ کی تشبیہ اور پھبتی کی پھبتی! شعر کیا ہے بیسویں صدی کی کالج گرل کی قدِ آدم تصویر۔

حسن وناز کی دنیا میں قابلِ داد اب تک کم
سخنی، کم گوئی وبے زبانی تھی، مشرقی شوہر ''چاندسی دلہن'' بیاہ کر اس لیے لاتا تھا کہ وہ اسے اپنے اندھیرے گھر کا چراغ بنائے، اور ''تخیل'' خانہ آبادی کا غالب رہتا، اب جو جا کر دیکھتے ہیں تو محفل کے طور ہی کچھ اور ہیں نقشہ ہی بدلا ہوا ہے، ٹھاٹھ بزم آرائی کے جمے ہوئے، حجاب کی جگہ بے حجابی، سکوت کی جگہ طوفان تکلم، مستوری کی جگہ نمائش، عاشق بیچارہ، اس کا یا پلٹ پر دنگ حیراں، گم صم، کل تک جو نقش تصویر تھا، وہ آج گراموفون نظر آرہا ہے۔

خامشی سے نہ تعلق ہے نہ تمکین کا ذوق
اب حسینوں میں بھی پاتا ہوں اسٹیج کا شوق

شانِ سابق سے یہ مایوس ہوئے جاتے ہیں
بت جو تھے دیر میں ناقوس ہوئے جاتے ہیں

چوتھا مصرعہ اپنی لطافت کے، جامعیت کے لحاظ سے اپنا جواب بس آپ! تیسرا مصرعہ اس پہلو کی جانب رہنمائی کررہا ہے کہ جو کچھ ہوا قدرتی نتیجہ ہے تغیر ماحول کا، جب فضا میں آسائش کی جگہ آرائش نے لے لی، راحت پر لذت مقدم ہوگئی، شوہروں کا مطمح نظر بجائے تسکین قلب کے ہیجان نفس قرار پاگیا، تو قدرتاً عورت نے بھی اپنی محبوبیت کے انداز بدل دیئے، مردوں کے دل میں جگہ پانے کے طریقے بھی اب دوسرے ہوگئے۔

اکبر کے اسی مرقع کا ایک اور منظر۔

اعزاز بڑھ گیا ہے، آرام گھٹ گیا ہے
خدمت میں ہے وہ لیزی اور ناچنے کو ریڈی

تعلیم کی خرابی سے ہوگئی بالآخر
شوہر پرست بیوی، پبلک پسند لیڈی

''شوہر پرست بیوی'' اور ''پبلک پسند لیڈی'' ان دولفظوں کے کوزہ میں کیسا مشرق ومغرب کا سمندر سمودیا ہے، مشرق کا منتہائے نظر تو خدمت تھا، زچہ خانہ تھا اور باورچی خانہ تھا، مغرب کے ہاں معیار ناچ ہے، بال روم ہے، کنسرٹ ہے، اور اب عورت بھی کرے کیا نظام تعلیم ہی اس ڈھنگ کا ہے، شروع سے سکھایا یہی جاتا، دل میں بٹھایا یہی جاتا ہے۔

آج یورپ وامریکہ کے بڑے بڑے ماہرین نفسیات (سائیکالوجی) وحیاتیات بشری (ہیومن بیالوجی) کہہ رہے ہیں، اور لکھ رہے ہیں کہ دونوں صنفوں کے درمیان کشش جنسی بالکل طبعی ہے، دونوں جب باہم ملیں گے، اور کوئی امر مانع موجود ہوگا نہیں، تو آگ کا دفعتاً بھڑک اٹھنا، اور بجلی کا اکبارگی رگڑ سے پیدا ہوجانا بالکل قدرتی ہے، شریعت اسلامی نے اس گہری اور بنیادی حقیقت کے پیش نظر بدکاری کے نفس عمل ہی کو حرام نہیں قرار دیا، بلکہ اس منزل تک پہنچنے کی جتنی راہیں ہیں ان پر بھی پہرے بٹھادیئے، گویا دشمن کی پوری ناکہ بندی کردی، بانس ہی نہ ملے گا تو بانسری کہاں سے بجے گی، بیگانہ عورت ومرد کو تنہائی واختلاط کے جب مواقع ہی نہ ملیں گے تو پینگ بڑھنے ہی کہاں سے

پائیں گے، بالکل بچپن کو چھوڑ کر، باقی آگے بڑھ کر مشترک پڑھنا لکھنا، مشترک کھیل کود، بلاضرورت یکجائی سب ناجائز، تاک جھانک تک حرام، تاکہ سوسائٹی میں مفاسد کا زہر سرے سے پھیلنے نہ پائے، معاشرت ہمیشہ بے داغ رہے، تعلیم جدید نے ان میں سے ایک ایک بند کو توڑا، نتیجہ وہی نکلا جو نکلنا تھا، آزادیاں بڑھیں، بے حیائیاں آئیں، بے حجابیاں دلیل ترقی بنیں، جو باتیں کل تک ان ہونی تھیں آج ہوکر، گزر کر رہیں، بھولے بھالے لوگوں نے کہا ''کہ محافظِ عصمت یہ تعلیم ہوگی نہ''۔

سبحان اللہ! زنگی کا نام اگر کافور رکھ دیا گیا تو گویا چہرہ کی سیاہی بھی دور ہوجائے گی! توقع لٹیروں سے پہرہ داروں کے کام کی کے جانے لگی! اب تو مثالیں کوئی کہاں تک گنا سکتا ہے، لیکن اکبر کے زمانہ میں بھی فرانس کی میڈیم ڈی اسٹیل اور انگلستان کی جارج ایلیٹ کی سی ہستیاں خال خال نہ تھیں۔

اکبر کے توسط سے ایک مختصر سا مکالمہ، ایک صاحب اور صاحبہ کے درمیان سنیے۔

میں بھی گریجویٹ ہوں تو بھی گریجویٹ
علمی مباحثے ہوں ذرا پاس آکے لیٹ
دونوں نے پاس کرلیے ہیں سخت امتحان
ممکن نہیں کہ اب ہو کوئی ہم سے بدگماں
بولی یہ سچ ہے، علم بڑھا، جہل گھٹ گیا
لیکن یہ کیا خبر ہے کہ شیطان ہٹ گیا

یہ سب سچ، لیکن پھر بھی یہ کہتے اور سوچتے ہیں کہ حیا وحجاب کے قیود واحکام تو مسلمان عورت کے لیے ہیں، جب دین ہی سرے سے غائب ہوگیا تو اب اس اخلاقی جکڑ بند سے آخر حاصل کیا؟ پردہ تو بقائے ناموس کے لیے ہے لیکن جب ناموس ہی نہیں تو اس کی بقا کیسی! کھانا پینا زندہ جسم کی ضرورت کے لیے ہے، لیکن جب زندگی ہی رخصت ہوچکی تو مردہ کو کوئی نہیں کھلاتا پلاتا، صندوق میں قفل اس وقت تک پڑے رہتے ہیں جب تک اس میں قیمتی مال محفوظ ہے، لیکن جب وہ خالی ہوگیا تو اب اس کی حفاظت خود ایک دردِ سر ہے، پھولوں کی قدر جب ہی تک ہے جب تک وہ تازہ وشاداب ہیں، باسی سوکھے مرجھائے پھولوں کو گلے کا ہار بنانا کوئی کیوں پسند کرنے لگا۔ فرماتے ہیں۔

نئی تہذیب کی عورت میں کہاں دین کی قید
بے حجابی جو ہواس میں تو قباحت کیا ہے
نورِ اسلام نے سمجھا تھا مناسب پردہ
شمع خاموش کو فانوس کی حاجت کیا ہے

چوتھے مصرعہ کی تشبیہ اکبر ہی کا حصہ تھا۔

(جاری)

دعائے مغفرت

مولانا رعایت علی صاحب قاسمی صدر مدرس جامعہ عربیہ سٹی اسٹیشن سیتاپور کا ۱۹ر نومبر ۲۰۰۷ء بروز جمعرات کو انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پسماندگان میں چار لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں، قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

تعمیر حیات سے متعلق اہم تفصیلات

۱۔فی شمارہ-/Rs. 10، ۲۔سالانہ زرتعاون-/Rs. 200، ۳۔رعایتی زرتعاون برائے مدارس، لائبریری-/Rs. 150

۴۔غیر ملکی فضائی ڈاک سے-/Rs. 1700، ۵۔پاکستان کے لیے-/Rs. 800، ۶۔بنگلہ دیش کے لیے-/Rs. 800

۷۔نیپال کے لیے-/Rs. 800، ۸۔غیر ملکی بحری ڈاک سے-/Rs. 1000،

نرخ اشتہار

۹۔نرخ اشتہار رنگین صفحہ (پشت پر)-/Rs. 60 فی سینٹی میٹر فی کالم

۱۰۔نرخ اشتہار اندرونی صفحہ پر-/Rs.50 فی سینٹی میٹر فی کالم، ۱۱۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔ کمیشن ایک تا بارہ اشاعت 40%۔

شرائط ایجنسی

۱۲ پانچ پرچوں سے کم کی ایجنسی جاری نہ ہوگی۔ ۱۳۔ فی کاپی -/Rs. 20 بطور رضمانت پیشگی ادا کرنا ہوگا۔

کمیشن

۵ تا ۲۰ کاپی 25 فیصد، ۲۱ تا ۵۰ کاپی 30 فیصد، ۵۱ تا ۱۰۰ کاپی 35 فیصد، ۱۰۰ سے زائد 40 فیصد

برکتوں کے دن

بلال عبدالحی حسنی ندوی

یہ ایک طبعی بات ہے کہ انسان کو کام کرنے کے لیے طاقت کی ضرورت پڑتی ہے، کوئی بھی انسان انرجی حاصل کئے بغیر دیر تک کام نہیں کرسکتا ہے، بلکہ زندگی اسی سے وابستہ ہے، دن میں کئی کئی مرتبہ اس کو کھانے اور پینے کی ضرورت پڑتی ہے، اور کبھی کبھی اگر کمزوری بہت زیادہ ہوجائے تو الگ سے کچھ ڈوز لینے پڑتے ہیں، تاکہ قوت بحال ہوجائے اور انسان نارمل زندگی گزار سکے، کچھ یہی صورت حال جسم وجان کی طرح ایمان کی بھی ہے، جس طرح جسم کو طاقت پہونچانے کے لیے غذا کی ضرورت ہے اسی طرح ایمان کو طاقت پہونچانے کے لیے بھی کچھ تقاضے ہیں، جن کے بغیر ایمان کا باقی رہنا مشکل ہوجاتا ہے، ان میں کچھ تقاضے تو ضروری ہیں جن کے بغیر ایمان کا وجود ہی خطرہ میں پڑجاتا ہے، اور کچھ وہ ہیں جو ایمانی طاقت کا ذریعہ بنتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسانی جسم کی صحت کا سامان فرمایا ہے اسی طرح ایمانی اور روحانی صحت کا بھی انتظام کیا ہے، فرق یہ ہے کہ جسم کی کمزوری ہر ایک محسوس کرلیتا ہے لیکن ایمان کی کمزوری کا احساس ہر ایک کو نہیں ہوپاتا، اور روح کی لطافت کا اور اک ہر ایک نہیں کرسکتا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کے لیے اختیار دیا، کلوا من الطیبات، پاکیزہ چیزیں کھاؤ، اور اس کو انسان کی ضرورت پر چھوڑ دیا لیکن ایمان کے لیے کچھ چیزیں ضروری قرار دیں، جن میں روزانہ پانچ وقت کی نمازوں کی مثال روزانہ کی ضروری غذا سے دی جاسکتی ہے، جس طرح غذا کے بغیر جان کی سلامتی خطرہ میں ہے اسی طرح نمازوں کے بغیر ایمان کی سلامتی کو خطرہ ہے، اس طرح ہفتہ واری جمعہ کی نماز، اور سال میں ایک مرتبہ تیس دن کے روزے ایمان کے لیے ضروری قرار دیئے گئے۔

ان ضروری اعمال کے علاوہ صحت ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ نے عبادات کی مختلف شکلیں عطا فرمائیں، راتوں کی دعا ومناجات، تلاوت ونوافل، اور صدقات وخیرات کو ایمانی طاقت کا ذریعہ بتایا، کسی زمانہ میں بھی انسان خیر کے اعمال کرے اس سے ایمان کی طاقت بڑھتی ہے، لیکن کچھ مخصوص ایام اور مخصوص اوقات اللہ تعالیٰ نے ایسے رکھے ہیں جن سے آدمی بہت فائدہ اٹھا سکتا ہے، جس طرح ایک تاجر کے لیے بعض زمانے گرم بازاری کے ہوتے ہیں جس کو عام زبان میں ''سہالک'' کا زمانہ کہا جاتا ہے اس میں دکانداروں کو کھانے پینے تک کا ہوش نہیں رہتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عبادات کے لیے اور اپنی ذات سے قرب حاصل کرنے کے لیے مخصوص زمانے ایسے رکھے ہیں جن میں تھوڑی محنت سے بھی بہت کچھ مل جاتا ہے، ان میں اہم ترین زمانہ رمضان المبارک کا ہے اور اس میں بھی عشرہ اخیر کی راتیں بڑی فضیلت رکھتی ہیں جن میں شب قدر بھی ہے جس کو ہزار مہینوں سے بہتر کہا گیا ہے، جمعہ کی رات کو بھی حدیث میں تابناک رات اور روشن رات کہا گیا، اور دن کی بھی فضیلت وارد ہوئی ہے، پندرہویں شعبان کی رات یعنی شب برأت کی برکتیں بھی حدیث میں بیان کی گئی ہیں، اور عام طور پر لوگ اس سے واقف ہیں لیکن اکثر وبیشتر لوگ عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت سے واقف نہیں یہ دس دن آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں مگر ہم میں سے اکثر لوگوں کے نظام میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی، ایک کے اگر دس اور سو بلکہ اس سے بھی زائد مل رہے ہوں تو کون احمق ہے جو اس کو چھوڑ دے گا صحیح بخاری کی روایت ہے۔

"عن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما من ایام العمل الصالح فیهن أحب الی الله من هذه الایام العشرة قالوا یا رسول الله ولا الجهاد فی سبیل الله قال ولا الجهاد فی سبیل الله الا رجل خرج بنفسه وماله فلم یرجع من ذلك بشئی"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو نیک کام کسی بھی دن اتنا زیادہ پسند نہیں جتنا کہ (ذی الحجہ کے) ان دس دنوں میں، صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ کے راستہ میں جہاد بھی نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اللہ کے راستہ میں جہاد بھی نہیں سوائے اس کے کہ جہاد کرنے والا اپنے جان ومال کو لے کر نکلے اور پھر کچھ بھی لوٹا کر نہ لائے (یعنی کچھ بھی نہ بچے)۔

ان ہی دنوں میں عرفہ کا بھی دن ہے جس کے بارے میں حدیث صحیح کی گواہی ہے کہ اس دن کا

روزہ دوسال کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے، پچھلا سال اور اگلا سال، ظاہر ہے کہ اس سے مراد انسان کی وہ غلطیاں ہیں جو اس سے ہوتی رہتی ہیں جہاں تک بندوں کے حق کا تعلق ہے تو صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ وہ بغیر ادا کئے یا معاف کرائے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا، لیکن اور چھوٹے موٹے گناہ عرفہ کے روزے سے صاف ہوجاتے ہیں، اللہ کی رحمت خاص طور پر متوجہ ہوتی ہے اور حجاج کرام کے لیے تو یہ سب سے بڑھ کر رحمت کا دن ہے۔

بعض علماء نے تو ذی الحجہ کے ان دس دنوں کو سب سے افضل قرار دیا ہے، ان کا کہنا یہ ہے کہ دنوں کے اعتبار سے یہ سب سے افضل دن ہیں اور راتوں کے اعتبار سے سب سے افضل رمضان المبارک کی راتیں، اس کی وجہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے یہ بیان کی ہے کہ رمضان المبارک کی راتوں کو شب قدر کی وجہ سے افضل کیا گیا ہے اور عشرۂ ذی الحجہ کے دنوں کو عرفہ کی وجہ سے افضل گردانا گیا ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ عشرۂ ذی الحجہ کی اتنی فضیلت وبرکت کے باوجود بہت کم اس کا دھیان رہتا ہے جب کہ یہ ایمان کو طاقت پہونچانے کا ایک بڑا ذریعہ ہے، اس میں جتنا ہوسکے خیر کے کاموں میں آگے بڑھنے کی کوشش کی جائے، طاعات ونوافل کا اہتمام ہو، ایک دوسرے کی خیر خواہی ہو، حسب مقدور غریبوں اور حاجت مندوں کی مدد کی جائے، تبلیغ دین اور اشاعت علم دین کی جو کوششیں بھی کی جائیں وہ خاص قرب خداوندی کا ذریعہ ہیں، حاصل یہ کہ یہ پورے دس دن فکر کیساتھ گزارے جائیں تاکہ نیکیاں زیادہ سے زیادہ ہمارے خزانہ میں جمع ہوسکیں، ایک چھوٹی نیکی بھی اس زمانہ میں بہت بڑے عمل کے برابر لکھی جاتی ہے۔

☆☆☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۱۷ کا)

.....چین سے بیٹھنے نہ دیں گے، اور وہ اپنی قوت وجبروت اور قتل وغارت کے باوجود ہمہ دم ان کے خوف سے لرزہ براندام رہے گا، جس میں وہ اپنی حکومتوں، جرنیلوں اور تجزیہ نگاروں کی آراء کے مطابق فی الواقع مبتلا ہے، اور جیسا کہ وہ عراق، افغانستان، چیچنیا اور اپنے ظلم کے شکار دوسرے مسلم ممالک سے اپنے برپا کردہ فساد سے جان چھڑا کر فرار کی راہوں کا متلاشی ہے.... بالآخر رحمت الٰہی جوش میں آئے گی اور وہی مردان حق کامران ہوں گے، ان کی اعانت کے لیے نزول عیسیٰ علیہ السلام ہوگا اور پھر سے تجدید دین اور غلبۂ دین کے دور کا آغاز ہوگا۔

مدینہ منورہ میں شیخ ابن بلیحد، علامہ اسد اور ایک بدو کے، جو فرنگیوں کے آنکھوں کو ڈھانپ لینے والا ہیٹ پہننے کے بارے میں متجسس تھا، اس مکالمے کو کم وبیش اسی (80) سال گزر چکے ہیں، امریکہ کے متعدد صدور، روس، اسرائیل، برطانیہ اور فرنگی تہذیب کے تمام دیگر ستون، اشتراکیت کی شکست وریخت کے بعد اسلام کو اپنا دشمن نمبر ایک قرار دے چکے ہیں، اور ان سے بقول جارج بُش صدر امریکہ، ایک قہرمانہ ''صلیبی جنگ'' میں برسرِ پیکار ہیں، عفت شعار خواتین کے سر کے رومال سے لے کر ایک مسلمان کی داڑھی کے بالوں تک میں انہیں اپنی موت سامنے بانہیں کھولے کھڑی نظر آتی ہے، اور وہ اس قدر خوف زدہ ہیں کہ ان سے نجات کے لیے ہر ظلم روا رکھنے کو تیار ہیں، سموئیل ہنٹنگٹن (Samuel Hutington) جیسے انکے اہل فکر اسے ''تہذیبوں کا تصادم'' یعنی (Clash of Civilizations) جیسے علمی اور فلسفیانہ نام دے کر اسے اپنے اہل علم کے لیے مؤقر بنانے اور انکے اذہان کی تسہیل میں کوشاں ہیں، کیا اب بھی دجالیت کے خدوخال پہچاننے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟

کیا پیشین گوئی کے الفاظ اور دجال کی قوت اور اثر ونفوذ کی وسعت سے یہ لازم ہے کہ یہ محض ''ایک شخص'' کا نام ہو.... کیا یہ اس پورے ''تہذیبوں کے تصادم اور روشن خیال دجالی'' کے فتنے پر ایک ایسے تنگ لباس کی طرح فٹ نہیں آتا، جس میں اس کے تمام خدوخال ہرانگ سے واضح اور صاف دکھائی دیتے ہیں؟.. کیا دین اسلام کے ستاون (57) علمبردار ممالک کبھی اس سے زیادہ بڑے خطرے سے دوچار ہوئے ہیں؟... کیا ان ممالک کے بطنِ زمین میں اور برسرِ زمین خزانے اس وقت دجال کی دسترس میں بلکہ اس کے ہم سفر نہیں؟

اس وقت ہر مسلمان کا انفرادی اور بطور قوم اجتماعی فریضہ کیا ہے؟ وہ ''نواس بن سمعانؓ'' سے مروی حدیث (5212، مشکوٰۃ شریف، جلد۲، ص:291) سے واضح ہے، آپؐ نے فرمایا:

''اگر دجال خروج کرے اور میں تمہارے درمیان موجود ہوں تو میں اس سے تمہارے سامنے بحث وگفتگو کروں گا (اور غالب آؤں گا) اور اگر وہ اس وقت ظاہر ہو جب کہ میں تم میں موجود نہ ہوں تو تم میں سے ہر شخص اپنی طرف سے اس سے بحث وگفتگو کرنے والا ہوگا (یعنی اس کی برائیوں کو رفع کرنے والا.... اور اپنے آپ کو اس سے بچانے والا)..... اور میرا وکیل وخلیفہ (ہوگا) ہر مسلمان پر خدا ہے، (یعنی اللہ تعالیٰ ہر ''مسلمان'' کا محافظ ومددگار ہے)''

کیا مسلم ممالک جن میں ''لا الہ الا اللہ'' اور دین اسلام کا غلبہ ہے، اس ''تہذیبوں کے تصادم اور روشن خیال دجالی'' کی جنگ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کا حق ادا کرنے سے اپنی جان چرانے کے متحمل ہوسکتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ ہمارا مدد ومعاون ہے۔

☆☆☆☆☆

تہذیبوں کا تصادم اور روشن خیال دجّالی

.....ابوالامتیاز ع س مسلم

قربِ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی دجال کا خروج ہے، (دجال کے معنیٰ ہی ''فریب کار'' اور ''دروغ گو'' کے ہیں)۔ تمام قدیم صحیفوں اور احادیث مبارکہ میں ان فتنوں کے متعلق متواتر پیشین گوئیاں مروی ہیں، اس ضمن میں بنیادی روایت عمران بن حصینؓ سے یوں ہے کہ:

''آدمی کی پیدائش اور روزِ قیامت کے درمیان ایک بہت بڑا فتنہ ظاہر ہوگا اور وہ دجّال کا فتنہ ہے''۔ (حدیث 5206، مشکوٰۃ شریف جلد۲، ص:۲۹۰)

احادیث کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنے تواتر اور اتنی تاکید سے اہل ایمان کو فتنۂ دجال سے متنبہ فرمایا ہے اور اس کی نشانیاں بیان کی ہیں کہ اس کا ظہور قیامت کے ضمن میں ایک یقینی سنگِ میل کی حیثیت اختیار کرگیا ہے، اور ہر دور میں اس کی شناخت اور طریقۂ واردات پر خیال آرائیاں ہوتی رہی ہیں۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن صیاد نامی ایک شخص پر دجّال ہونے کا شبہ ہوا، اور آپ اکثر اس کی ٹوہ میں رہے..... اور ایک بار تو فاطمہ بن قیسؓ کی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں ایک خصوصی الصلوٰۃ الجامعۃ کے لیے اذان دلوائی، اور لوگوں کے اس غیر معمولی اعلان کے جواب میں جمع ہوجانے پر ایک شخص تمیم داری کا حال بیان کیا، جو مسیحی تھا اور آکر آپؐ کے دست مبارک پر مسلمان ہوا، اور آپؐ نے وہ واقعہ سنایا جو تمیم داری کے ساتھ پیش آیا۔

تمیم داری تیس آدمیوں کے ساتھ ایک کشتی میں سوار تھا، دریا (یا سمندر) کی کوہ آسا موجیں ایک ماہ تک کشتی کو اوپر نیچے پٹختی ہوئی ایک ایسے جزیرہ میں لے گئیں جہاں ایک دَیر (مندر یا گرجے) میں ان کی ملاقات ایک ایسے طویل الجثہ شیطان صورت اور خوفناک آدمی سے ہوئی جو سرتاپا زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا، ایک طویل مکالمے کے دوران اس نے اعتراف کیا کہ وہ (مسیح) دجّال ہے، اور ''عنقریب مجھے خروج کا حکم دیا جائے گا'' (یہ طویل حدیث نمبر 5219، مشکوٰۃ شریف جلد۲، ص:۲۹۴ پر پوری تفصیل اور متعدد دوسری احادیث کے ساتھ ملاحظہ کی جاسکتی ہے)۔

چنانچہ دجّال کا ظہور اتنا یقینی خیال کیا جاتا ہے کہ ہر دور میں اس کے متعلق پیشین گوئیاں ہوتی رہتی ہیں، اگر راقم الحروف کا حافظہ غلطی نہیں کرتا، تو آج سے چونسٹھ پینسٹھ سال قبل اس کی نظر سے مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک تحریر گزری تھی جس میں اس نے اپنے آپ کو مہدیٔ زماں یا حضرت عیسیٰ مسیحؑ ثابت کرنے کے لیے ہندوستان میں انگریزی حکومت کی جاری کردہ ریل گاڑی کو دجّال سے تشبیہ دی تھی اور اس کے انجن کی روشنی کو دجّال کی کانی آنکھ قرار دیا تھا۔

یہ امر قابل فہم ہے کہ 1428 سال قبل دور نبوت میں جو نشانیاں بیان کی گئیں وہ اس دور کی فہمیدہ اصطلاحوں یا تراکیب الفاظ میں تمثیلی رنگ ہی میں بیان کی جاسکتی تھیں، اصل مقصد فساد وفتن کے ان مظاہر سے اہل ایمان کو بالخصوص اور آئندہ زمانوں کے عوام الناس کو بالعموم خبردار کرنا، ان سے محفوظ رہنے، مقابلہ کرنے اور اپنے دین وایمان پر پختہ رہنے اور اس کے تحفظ کا سامان کرنا تھا۔

آسٹروی قومیت کے مشہور ومعروف علامہ محمد اسد (اصل نام لیوپولڈ ویس) ایک طویل مطالعے وتحقیق، عالم اسلام کی سیاحت، اور قرآن کے اولین مخاطب، اہل عرب کے ساتھ ایک مدت مدید تک رہن سہن کے بعد 1926ء میں نہ صرف شرح قلب سے ایمان لائے، بلکہ انہوں نے قرآن کریم کا انگریزی زبان میں بہترین ترجمہ اور شرح تحریر فرمائی، نیز The Road to Makkah اور Islam at theCrossroads جیسی مشہور آفاق کتب تصنیف فرمائیں، وہ عربی اور فارسی زبانوں کے اعلیٰ پائے کے اسکالر تھے۔ اپنے قبول اسلام سے پہلے کے تصور اسلام کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"I saw before me something like a perfect work of architecture, with all its elements harmoniously conceived to complement and support each other, with nothing superfluous and nothing lacking --- a balance and composure which gave one the feeling that everything in the outlook and postulates of Islam was 'in its proper place'."

("The Road to Makkah", Page 301, Rightway publications, India)

"میں نے اپنے سامنے ایک ایسے کامل واکمل فن تعمیر کا نمونہ (اسلام) دیکھا، جس کے تمام پہلوؤں کی تخلیق اس طرح ہے، کہ وہ تمام کے تمام باہم انتہائی طور پر مربوط، یک جان اور ایک دوسرے کے ساتھ منطبق ہیں، کوئی شے فاضل نہیں اور کوئی کمی نہیں ہے، جو اس یقین کی مظہر ہے کہ اسلام ہر اصول، ضابطے اور امر مسلمہ میں کامل طور پر متناسب و متوازن، مکمل اور اپنی جگہ اتم استحکام کی عمارت ہے"۔

انہوں نے ایک بدوی کی تفہیم کے لیے فتنہ دجال کی تشریح زمانہ حال کی ایک مثال سے اس طرح کی کہ ایک ان پڑھ صحرائی کی سمجھ میں بھی بآسانی آگئی۔

اپنے قیام مدینہ منورہ کے دوران وہ امام مسجد نبوی شیخ ابن بلیحد (Shaykh Ibn Bulayhid) کی محفل میں حاضر تھے کہ ایک نجدی بدو نے، جس نے اپنے حالیہ سفر عراق کے دوران میں فرنگیوں کو پہلی بار دیکھا تھا، شیخ سے پوچھا: "یا شیخ مجھے یہ تو بتائیں کہ یہ فرنگی ہر وقت ایسے ہیٹ کیوں پہنے رکھتے ہیں، جو ان کی آنکھوں کو ڈھانپ لیتے ہیں، پھر وہ آسمان کس طرح دیکھ سکتے ہیں"۔

شیخ نے مسکرا کر جواب دیا: "شاید انہیں خوف ہے کہ آسمان کی طرف نگاہ انہیں اللہ تعالیٰ کی یاد نہ دلادے، کیونکہ وہ ہفتہ بھر کام کے دنوں میں خدا کو یاد نہیں رکھنا چاہتے"۔

محفل میں سب ہنس پڑتے ہیں لیکن بدوی اپنی سادگی میں پھر سوال کرتا ہے کہ: "اس صورت حال میں اللہ تعالیٰ ان پر اتنے مہربان کیوں ہیں کہ وہ ہر طرح کی متاع وثروت سے مالا مال ہیں، جبکہ اہل ایمان کو اس میں سے کچھ حصہ نہیں ملتا!"

"اوہ! تو یہ سادہ سی بات ہے" شیخ ازراہِ تفنن جواب دیتے ہیں۔ "وہ زر کو اپنا خدا مانتے ہیں اور اسے جیب میں لیے پھرتے ہیں، لیکن یہاں میرے دوست....." اور وہ محمد اسد کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر کہتے ہیں "فرنگیوں کے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتے ہیں، کیونکہ یہ بھی انہیں میں سے ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی رہنمائی فرمائی اور انہیں ظلمت سے نکال کر نور میں لے آیا"۔

بدو جس نے علامہ اسد کو ان کے عربی لباس کے باعث "فرنگی" کی حیثیت سے شناخت نہیں کیا تھا، دلچسپی سے دریافت کیا کہ: "یا اخی! کیا آپ واقعی فرنگی تھے؟"

علامہ اسد کے اقرار پر وہ بول اٹھا: "الحمدللہ، الحمدللہ..... پھر مجھے بتایئے کہ فرنگی، باری تعالیٰ سے اتنے غافل کیوں ہیں؟"

علامہ اسد نے جواب دیا: "یہ ایک طویل کہانی ہے، میں فی الحال جو کچھ آپ کو بتا سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ فرنگیوں کی دنیا اب دجال کی دنیا بن چکی ہے..... آنکھیں خیرہ کردینے والی..... نہایت چمک دار اور پُرفریب دنیا..... کیا تم نے ہمارے رسول کریمؐ کی یہ پیشین گوئی بھی سنی ہے کہ آخری زمانے میں دنیا کثرت سے دجال کی مطیع ہوجائے گی، اور اسے خدا ماننے لگے گی؟"

بدو نے اسد کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تو محمد اسد نے شیخ کا اشارہ پاکر دجال کے نمودار ہونے کا بیان شروع کیا کہ: "دجال ایک آنکھ سے کانا ہوگا..... لیکن وہ اللہ کی مشیت سے بعض ایسی پُراسرار قوتوں کا حامل ہوگا کہ دنیا کے کسی دور دراز گوشے میں کی گئی سرگوشی کو بھی سن سکے گا..... (کیا روز بروز ایجاد ہونے والے آلات اس قابل نہیں کہ ہزار ہا میل سے گھروں کے اندر بھی موہوم سی سرگوشیاں سن کر جاسوسی کرسکیں اور انہیں ریکارڈ کرسکیں؟)..... اور وہ اپنی آنکھ سے لامتناہی فاصلوں پر ہونے والے واقعات کو دیکھ سکے گا..... (آسمانوں، زمین اور سمندر کی تہوں کے اندر کے بھید کس قسم کی شعاعوں اور فوٹوگرافی کے ذریعہ امریکا اور دوسری فرنگی اقوام کی زد میں ہیں؟)..... وہ روئے زمین کے ارد گرد..... (اور خلاؤں میں مہینوں اور سالوں کا سفر کس طرح)..... دنوں بلکہ ساعتوں میں اڑتا پھرتا سارے فاصلوں کو سمیٹ لے گا....."۔

"اسے یہ قوت بھی حاصل ہوگی کہ زمین میں مدفون خزانے اس کے حکم سے نکل کر اس کے ساتھ چل پڑیں گے"..... (کیا وہ بطن زمین میں پوشیدہ خزانوں..... ہیرے موتی..... سونا..... چاندی..... تیل..... گیس..... کوئلہ..... پانی..... اور معدنیات کے بے بہا خزانوں کو چشم زدن میں اپنی تکنیکی مہارت سے برآمد کرکے ان پر قابض نہیں ہوجاتا یا انہیں اپنے حلیفوں..... (یعنی اس سے خدا کی طرح ڈرنے والوں) کے استعمال کے لیے جس طرح چاہے تقسیم نہیں کردیتا؟)

"دجال بادل کو حکم دے گا اور آسمان سے جھم جھم بارش ہونے لگے گی فصلوں اور سبزے کی بہتات ہوگی..اس کے حکم سے فصل کی پیداوار میں بہت اضافہ ہوگا...درخت زیادہ اور بہتر پھل دیں گے..مویشیوں کے تھن دودھ سے بھر جائیں گے اور خوش حالی کا دور دورہ ہوگا"۔ (کیا آج کی تکنیکی ترقی سے مصنوعی بارش نہیں برسائی جاتی؟...مصنوعی کھاد، کیمیائی عمل اور متنوع سائنسی ذرائع سے بیجوں، فصلوں اور پھلوں کی خوبیوں، مقدار اور پیداوار میں بالیدگی وافزائش کی کوئی حد ہے؟ کیا ایسے ہی عمل سے جانوروں کے دودھ میں اضافہ اور دودھ کے اجزاء میں تبدیلی نہیں لائی جارہی ہے؟)

"دجال جسے چاہے گا زندگی عطا کرے گا اور جس کو چاہے گا موت دے گا...بلکہ قوموں کی قوموں کو نیست ونابود کردے گا" (کیا آج کی کیمیائی اور سائنسی ترقی نے ایسی دوائیں ایجاد نہیں کیں، جو معدوم ہوتی ہوئی زندگی کو موت کے منہ سے نکال لاتی ہیں؟ کیا فرنگی تہذیب، جن لوگوں کے دین

وایمان کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتی ہے، یا جو اقوام اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتیں، ان کے حکم اور پالیسیوں کی تابع نہیں ہوتیں، انہیں دہشت گردی، ایٹمی بموں، زہریلی گولہ باری اور تمام قابل وناقابل تصور ہتھیاروں سے نیست ونابود کردینے پر نہیں تل جاتی؟ کیا جو گروہ یا اقوام اس کے سامنے جھک جاتی ہیں، سرِ تسلیم خم کردیتی ہیں، اس کی پالیسیوں کو قبول کرکے ان پر عمل پیرا ہوجاتی ہیں خواہ وہ خود اپنے ہی ہم مذہبوں، ہم وطنوں اور بے گناہوں کا قتل عام ہو، ان کی سرپرستی، امداد اور ڈالروں سے ان کی جھولیاں نہیں بھردیتی؟۔ کیا وہ اپنے آلۂ کار مرغ دست آموز اور کرایہ پر لڑنے والے نام نہاد لیڈروں کو اربوں ڈالر سے مالا مال نہیں کردیتے، اور اس کی برتری اور خدائی سے انکار کرنے والوں کو صفحۂ ہستی سے مٹادینے کے درپے نہیں؟۔

"کمزور ایمان والے لوگ دجال کی خدائی پر ایمان لے آئیں گے.....(اور اس کے مطیع ہوکر ہر انفرادی اور اجتماعی فعل میں اس کے احکام کی بجا آوری میں اس کے سامنے سربسجود ہوں گے)..وہ یقین کرنے لگیں گے کہ اس کی طاعت وبندگی ہی میں جان اور گھر بار اور مال کی امان ہے" (کیا یہ عملاً نہیں ہورہا، کیا کروڑوں "مسلمانوں" کی اقوام کے بیشتر حاکموں نے اس کی بھبکیوں سے خوف زدہ ہوکر اگر سجدہ ریز نہ ہوئے تو تمہارا "تورابورا" کردیا جائے گا، آستانۂ دجال پر اپنی پیشانیاں نہیں ٹیک دیں؟...کیا مسلمان اوطان میں اپنے ہی ہم وطن بھائیوں، ماؤں، بہنوں اور بچوں پر شب وروز کی بمباری، ایمان ویقین کا تمسخر، حمیت وغیرت سے تہی دامنی اور حیا سوز واخلاق باختہ روشن خیالی کے نام پر دجالی، کفر کی اسی بندگی کا ثمرہ نہیں؟)

"ایک قوم دجال کے سامنے جھکنے اور اسکی خدائی تسلیم کرنے سے انکار کردے گی، وہ انہیں چھوڑ کر چلا جائے گا اور وہ قوم قحط زدہ ہوجائے گی۔ (حدیث 5212، بروایت نواس بن سمعان)"۔ کیا اس دجالی تہذیب کا علم بردار مغرب، امریکا کی امامت میں ہر اس قوم کے خلاف، جو اس کی معمولی سی حکم عدولی بھی کرے، اقتصادی، معاشی، سیاسی غرضیکہ ہر قسم کی ناکہ بندی اور بائیکاٹ کا باعث نہیں بنتا؟ جس سے بچے، بوڑھے اور جوان سب بغیر ادویات، مناسب خوراک، یا دوسری ضروریات کی فراہمی کے شکار اجل ہوجاتے ہیں؟ اناج کی عدم فروخت کے سبب لوگ قحط زدگی سے مرنے لگتے ہیں؟

"لیکن اللہ کے وہ سرپھرے بندے جو اپنے ایمان میں پختہ کار ہیں، یقین کامل اور عزم راسخ رکھتے ہیں، صرف اپنے اللہ سے جو خالق ومالک مطلق ہے ڈرتے ہیں، اسی کو کارساز سمجھتے اور اسے اچھی طرح پہچانتے ہیں وہ دجال کی پیشانی پر نوشتہ حروف "ک.ف.ر" بہ آسانی پڑھ سکیں گے، (اور پڑھ رہے ہیں) وہ اپنی فراست مومنانہ اور بصیرت ایمانی کے سبب جان لیں گے کہ یہ سب محض فریب ودجل (اور ظاہری نمود ونمائش اور قوتِ بے مہار کا مظاہر اور اہل ایمان کے امتحان کا باعث ہے، اور وہ اس طرح فرنگی تہذیب کے دستور اور قول وعمل سے اسے صحیح طور پر شناخت کرلیں گے، یہ نوشتہ اس کے ہر قول وفعل سے روز روشن کی طرح واضح ہوگا"۔

"اس نشان (ک.ف.ر) کو مٹانا دجال کے بس میں نہیں ہوگا...لیکن یہ اس کے پیروکاروں اور ہم خیالوں کو نظر نہیں آئے گا" (یعنی وہ اپنی گمراہی اور "روشن خیالی" سے چندھیائی ہوئی بصارت اور عدم بصیرت کے باعث اس کے ادراک سے عاری ہوں گے، کیونکہ وہ اس کی قوت اور جبروت کے سامنے اندھے، بے حس، بے بس اور بے حمیت ہوچکے ہوں گے)

بدو نے آنکھیں پھاڑ کر علامہ اسد کی طرف دیکھا اور بے اختیار بول اٹھا: "میں اللہ تعالیٰ کی پناہ کا طلب گار ہوں"۔

علامہ نے شیخ بلیحد کی طرف دیکھا کہ "یا شیخ کیا یہ جدید مشینی اور تکنیکی (اور زمانہ حال میں چپ) کی تہذیب کی صحیح تصویر نہیں ہے، جو زندگی کو صرف ایک رخ، مادیت، زر پرستی اور اپنے تعصبات اور مفادات کے رخ سے دیکھتی ہے، اور صرف اسی کو یعنی نفسانی خواہشات اور مادی ترقی ہی کو پرستش کی حد تک اہمیت دیتی ہے اور اس کی روحانی پہنائی، باطنی توازن، چینی ادراک اور معصومیت سے بے خبر ہے، حتیٰ کہ اس نے اللہ تعالیٰ، اپنے خالق مطلق کو اپنی زندگی، معمولات، فکر وخیال اور روح وقلب سے بے دخل کررکھا ہے، اور خود خدائی کی دعویدار ہے، یہ چشم زدن میں لاکھوں انسانوں کو موت کی نیند سلادیتی ہے، اور اپنے فرماں برداروں کو مال ودولت دنیا اور اس کی عیش کوشی میں مدہوش رکھتی ہے، اور اس طرح لوگ اسی کی طرف رجوع کرتے اور عملاً اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں، اور اس طرح وہ یک رُخ یعنی یک چشم اور کانی ہے"۔

"تم بالکل ٹھیک کہتے ہو، محمد اسد، تم بالکل درست ہو" شیخ ابن بلیحد نے جوش میں آکر علامہ کے گھٹنے کو تھپکتے ہوئے کہا: "میں نے کبھی دجال کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی پر اس انداز سے غور نہیں کیا، تم بالکل ٹھیک کہتے ہو"۔

اسماء بن یزید بن السکن کی روایت کے مطابق دجال "چالیس دن" تک روئے زمین پر ہر چہار جانب فتنہ وفساد پھیلاتا رہے گا، اس کے مختلف "دن" ایک سال، ایک مہینے، ایک ہفتے اور ایک دن کے برابر ہوں گے" گویا اس تمثیلی اشارے کے مطابق وہ ایک طویل عرصے تک صاحب اقتدار اور باعث فساد وفتور رہے گا، بہر حال یہ ایک محدود متعین مدت ہوگی، جو بفضل الٰہی اب قریب الختم ہے، یہ ان سرپھرے اہل ایمان کو بشارت ہے جو اس تمام دوران میں سر ہتھیلی پر لیے اس سے آمادۂ جنگ رہیں گے اور اسے کسی سرزمین میں..... (بقیہ ص: ۱۴ پر)

مَن کی کھیتی

ابوالامتیاز ع.س.مسلم

رحمت کی بارش سے مولا من کی کھیتی لہکے
نامِ محمدؐ کی خوشبو سے گلشن گلشن مہکے

روشن روشن تیرے جلوے دُور کریں اندھیارے
پربَد بخت مرا دل کالا،دن میں بھی جو بہکے

اَرمانوں کی دلدل دنیا، اک ڈوبے اِک اُبھرے
کیسے دامن خشک رہے،دریا کے اندر رہ کے

گمراہی، مدہوشی، مستی، لغزش، حکم عدولی
کیسے کیسے داغ لگے،غفلت کی رَو میں بہہ کے

عیب بھرے رگ رگ میں میری، رو رو بخشش مانگوں
تن کے رُوئیں روئیں میں سَو سَو آگ گُنہ کی دہکے

روشن رکھ قندیل یقین کی مولا میرے دل میں
گہرے کالے ہیں آسیبی سائے نفس کی شہ کے

تُو خالق تو مالک یا رب، تو چاہے تو بخشے
کر رحمت کی بارش مولا، من کی کوئل چہکے

تیرے فضل سے اُٹھیں یا رب آنکھوں سے سب پردے
اُبھریں رنگ تری اَحسن تقویم میں ڈھل کر تہہ کے

لب گویا تھے، آنکھیں پُرنم، حال بھی تھا فریادی
دل کی بات ہے دل میں مسلم، ساری باتی کہہ کے

دہشت گردی کا سب سے زیادہ شکار کون؟
کیا امریکہ؟

اے.ایچ.نعمانی

نائن الیون جس کے متعلق ابھی مستند طور سے یہ تعین نہ ہوسکا کہ اس کا ذمہ دار کون ہے؟ لیکن اس نے دہشت گردی کا ایک ایسا پنڈورا بکس کھول دیا ہے جس کے اثرات سے اقوام عالم میں بے چینی، عدم تحفظ اور خوف کی فضا پیدا ہوگئی ہے، مغربی اور صہیونی میڈیا کے طاقتور اور مؤثر پروپیگنڈہ کے اثر سے تقریباً ہر شخص یقین کی حد تک سمجھتا ہے کہ اس کا سب سے بڑا شکار امریکہ ہے، اور اسی وجہ سے وہ اپنے سبھی وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کو دفع کرنے کے لیے ہر محاذ پر برسرپیکار ہے۔

اس دہشت گردی نے ساری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا ہے، اس کے متعلق واقعات کو حقائق کی روشنی میں غور وفکر کرکے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اس کا شکار کون ہے؟ اور کس کو اپنے جان اور املاک کا عظیم نقصان برداشت کرنا پڑرہا ہے، اس کا ادراک ذیل کے اعداد وشمار، اسٹیٹکس، جس کو میموریل انسٹی ٹیوٹ فار پروشن آف ٹیریزم، ویب سائٹ اوکلا ہوما امریکہ نے جنوری دوہزار دوعیسوی سے اکتوبر دوہزار سات عیسوی تک دنیا کے مختلف خطوں میں دہشت گردی سے متعلق واقعات کے اعداد وشمار جمع کرکے پیش کیا ہے، کے بغور مطالعہ سے ہوسکتا ہے۔

خطہ کا نام	واقعات	مجروحین	ہلاکتیں
افریقہ	۲۶۱	۱۷۴۸	۱۵۸۲
مرکزی وسطی ایشیا	۵۲	۶۳	۵۱
مشرقی یورپ	۸۵۴	۳۴۶۸	۱۳۳۵
لاطینی امریکہ، کریبین	۱۱۲۶	۱۹۸۷	۹۶۵
مشرق وسطی	۱۱۳۰۲	۴۴۴۳۴	۲۳۹۳۵
شمالی امریکہ	۶۰	۸	۴
جنوبی ایشیا	۴۳۲۳	۱۳۶۹۳	۵۹۹۴
جنوبی مشرقی ایشیا	۱۲۳۰	۳۶۶۵	۱۲۵۵
مغربی یورپ	۱۴۴۹	۱۲۱۶	۲۷۸
کل	۲۰۶۵۶	۷۰۲۸۲	۳۴۸۹۹

ان اعداد وشمار اسٹیٹکس سے نائن الیون کے بعد کے تقریباً پانچ سالوں میں جو نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں اس میں ذیل کے نتائج اس لیے قابل توجہ اور غورطلب ہیں۔ پانچ سالوں میں دہشت گردی کے کل بیس ہزار چھ سو چھپن واقعات ہوئے ہیں اس میں سب سے زیادہ گیارہ ہزار تین سو دو صرف مشرقی وسطی اور سب سے کم ساٹھ امریکہ میں ہوئے ہیں، اسی طرح مجروحین میں سب سے زیادہ زخمی چوالیس ہزار چار سو چونتیس صرف مشرق وسطی اور سب سے کم آٹھ شمالی امریکہ میں، بالکل اسی طرح کل ہلاکتوں میں سب سے زیادہ ہلاک تیس ہزار نو سو پینتیس مشرق وسطی میں اور سب سے کم صرف چار شمالی امریکہ میں ہوئے ہیں۔

کیا یہ بات بھی انتہائی تعجب خیز نہیں ہے کہ دہشت گرد اپنے ہی خطہ میں اپنے ہی ہم مذہب عوام کو بے دردی سے قتل کررہے ہیں؟

کیا یہ بات کم حیرت انگیز ہے کہ شروع میں امریکی انتظامیہ کے اداروں پر حملہ کرنے کے باوجود دہشت گرد اب اپنے ہی ہم وطنوں کو قتل کررہے ہیں، اپنے ملک اور اپنے ہی ہم مذہب بھائیوں کی املاک کو تباہ وبرباد کررہے ہیں؟

کیا اس خطہ کے عوام کو یہ بھی حق حاصل نہیں کہ وہ ان دہشت گردانہ حملوں کو ختم کرنے کے لیے اپنی مرضی، اپنی پالیسی، اپنے حالات اور ماحول کے تناظر میں بغیر ناجائز بیرونی مداخلت کے خود حل کرسکیں؟

کیا امریکہ کو کسی نے اس کا حق دیا ہے یا اس کو خود اس کا حق ہے کہ دنیا کے سبھی خطوں میں یا کسی بھی خطہ میں من مانے طریقہ سے اپنی مرضی اور مفاد میں جب چاہے، جہاں چاہے ناجائز طور سے غیر متعین، اور غیر مستند واقعات کو بہانہ بناکر دہشت گردوں کے تعاقب میں کسی بھی ملک میں

مداخلت کرکے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا کر اس کو تباہ و برباد کردے؟ اگرچہ خود اس کا اپنا ملک اور اپنے وسائل محفوظ ہیں۔

کیا امریکہ اپنے کو خود بخود دنیا کا خدائی فوجدار سمجھ کر اور مان کر شتر بے مہار کی طرح جدھر چاہے اور جب چاہے کشت وخون کا بازار گرم کردے، ظاہر ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ بھی شاید وہ اسی مفروضہ پر دوسرے ملکوں میں اپنی مرضی سے لڑ رہا ہے، کیونکہ اس کے لیے کوئی معقول واضح وجہ اور مستند ثبوت پیش کرنے سے وہ اب تک قاصر ہے، یہ ایک مسلمہ بین الاقوامی، مذہبی اور اخلاقی اصول ہے کہ کسی بھی ملک یا خطہ میں ہونے والی بدامنی کو دفع کرنے کے لیے اس سے متعلقہ طاقتیں ہی کم سے کم طاقت استعمال کرکے اس کو دفع کریں کہ غیر متعلقہ لوگوں یا عوام کا کم سے کم جان ومال کا نقصان ہو، یہ امریکہ دنیا کا کیسا پولیس مین ہے کہ اس کے کسی پرامن ملک میں جارحانہ بلاجواز اقدام سے پرامن ملک ہی تباہ و برباد ہوکر تاراج ہوجاتا ہے، امن قائم کرنا کون کہے امن ہی غارت ہوجاتا ہے، اور بے قصور ومجبور عوام ظلم وبربریت کا شکار ہوکر بھوک، افلاس، تباہی، بربادی کے خطہ غربت کی نچلی سطح پر پہنچ جاتے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ گذشتہ پانچ سالوں میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے رسل رسائل کے سبھی ادارے، طاقتور میڈیا، حکومتیں، اس سے منسلک تمام ادارے اور افراد دہشت گردی کے واقعات کو نمایاں سے نمایاں تر کرنے میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرکے تھک چکے ہیں، لیکن دہشت گردی رکنے کا نام نہیں لے رہی ہے، بہتر یہ تھا کہ وہ خلوص دل سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے کہ دہشت گردی کے اصل اسباب کیا ہیں؟ یہ انتہائی تلخ حقیقت ہے کہ دنیا کے بہت سے ممالک بشمول امریکہ نے دہشت گردی کے حقیقی اسباب معلوم کرکے اس کو اسی تناظر میں ختم کرنے کے لیے بہت ہی کم کوشش کی اور توجہ دی ہے۔

مثال کے طور پر افغانستان، عراق بلاجواز حملہ کرنے سے وہاں کے عوام کا احساس محرومی، مایوسی، ناامیدی ہر گزرتے لمحات کے ساتھ برابر بڑھتا ہی جارہا ہے، ایسے حالات میں اس بات کا قوی امکان ہے کہ وہاں دہشت گردی میں اضافہ ہی ہوگا، کیونکہ ان ممالک میں عدم تحفظ، بے یقینی، معاشرتی اور معاشی ابتری، دووقت کی روٹی حاصل کرنے میں شدید دشواری جس کو امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام سے ان پر مسلط کردیا ہے، ان حالات میں بہتر زندگی گزارنے کی امید نے ان کو دوسرے ممالک میں ہجرت کرنے پر مجبور کردیا ہے، اس کے خراب اثرات سے دنیا کے بیشتر ممالک بھی محفوظ نہیں رہ سکتے ہیں۔

یہ بات حیرت انگیز ہے کہ مشرق وسطیٰ اور جنوبی ایشیا کے وہ ممالک جہاں دہشت گردی کے واقعات اور ہلاکتیں دنیا کے سبھی ممالک خاص کر امریکہ سے بہت ہی زیادہ ہیں، لیکن وہ دہشت گردانہ حملوں کے متعلق اتنا شور غل نہیں کرتے جتنا خود امریکہ کرتا ہے، اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کے اپنے ملک میں جان ومال کا زیاں زیادہ ہے، لیکن حقیقت اس کے بالکل ہی برعکس ہے، یہاں تک کہ لاطینی امریکہ اور کریبین وہ ملک جن میں دہشت گردی کے واقعات امریکہ سے کہیں زیادہ ہیں، ان کی طرف سے دہشت گردی کو رفع کرنے کے لیے کوئی اپیل سننے میں نہیں آئی، کیونکہ ان کو اچھی طرح معلوم ہے کہ دہشت گردی کی بڑی وجہ امریکہ کی دوسرے ملکوں کے اندرونی معاملات میں بے جا مداخلت ہے، اس سے پرہیز کرنے کے لیے امریکہ کے آمادہ رہنے کی صورت میں دہشت گردی میں بتدریج کمی آتی جائے گی، کیونکہ یہ بات ان کے مشاہدہ میں بھی ہے کہ وسیع تباہی وبربادی کے ہتھیاروں کی عراق میں موجودگی کا بلند بانگ دعویٰ، جس کا باوجود ہر ممکنہ انتہائی کوشش کے کوئی سراغ لگانے یا واضح ثبوت پیش کرنے سے امریکہ اب تک عاجز ہے، کیونکہ اس مفروضہ کا سچائی سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، جس کو عراق میں مداخلت کے لیے امریکہ نے بہانہ بناکر دہشت گردی کے خلاف جنگ کا آغاز کیا تھا، جواب خود امریکہ کے لیے بہت مہنگی ثابت ہورہی ہے ابھی کچھ دن قبل امریکی کانگریس میں پیش کی گئی رپورٹ کے مطابق جنگ افغانستان اور عراق میں امریکہ کا ڈیڑھ کھرب ڈالر سے زیادہ اس جنگ کے نذر ہوچکا ہے، اس کے علاوہ اس کی چودھراہٹ کو شدید خطرہ بھی لاحق ہے، تیل کی قیمتیں برابر تیزی سے بڑھ رہی ہیں، اس سے عالمی معاشیات کے چرمرا جانے کے خطرہ میں اضافہ ہورہا ہے۔

ادھر پچھلے کچھ دنوں سے مشرق وسطیٰ اور ایشیا کے ملکوں کے عوام میں یہ خیال تیزی سے زور پکڑ رہا ہے کہ دہشت گردی کے پیچھے کسی نہ کسی طرح امریکہ بھی ہے وہ نہیں چاہتا ہے کہ دہشت گردی کا خاتمہ ہوجائے، کیونکہ اس کا خاتمہ امریکہ کے مفاد میں نہیں ہے، صحیح یا غلط ان کو یہ بھی یقین ہوچکا ہے کہ امریکہ کی خفیہ ایجنسیوں اور دہشت گردوں کی سانٹھ گانٹھ سے ہی اس خطہ میں دہشت گردی کے واقعات ہورہے ہیں، کیونکہ امریکہ اس خطہ کے ممالک میں سیاسی عدم استحکام سے بھرپور فائدہ اٹھاکر زیادہ سے زیادہ مراعات حاصل کرنا چاہتا ہے، لوگوں کے دلوں میں

یہ بات بھی تیزی سے گھر کرتی جارہی ہے کہ مالیگاؤں اور حیدرآباد کے دہشت گردانہ حملوں جس کا شکار زیادہ تر مسلمان ہی ہوئے ہیں، اسی طرح گذشتہ ماہ میں پاکستان میں دس سے زیادہ بم کے حملوں کے علاوہ باقاعدہ طور سے افغانستان، عراق اور مسلم دنیا کے دیگر ملکوں میں ہونے والے دہشت گردانہ حملے کے تناظر میں یہ نہایت ہی حیران کن بات ہے کہ مسلمان اپنے ہی مسلم بھائیوں کو ہلاک کررہے ہیں، ان واقعات کی وجہ سے مسلمان یہ سوچنے پر مجبور ہورہے ہیں کہ مغربی اور صہیونی طاقتوں کے اشارے اور ان کی ہر طرح سے بھرپور مدد اور تعاون سے یہ حملے صلیبی جنگ کا انتقام لینے کے لیے کئے جارہے ہیں۔

ہندوپاک کی حکومتوں اور انتظامیہ کا یہ طریقہ کار کہ وہ اپنے ملک میں ہونے والے دہشت گردانہ کارروائی کے لیے فریق مخالف کی خفیہ ایجنسی ''آئی.ایس.آئی'' اور ''را'' کو ذمہ دار قرار دے کر میڈیا کے ذریعہ اپنے عوام کے دلوں میں مخالف ملک کے لیے نفرت وجنگ جویانہ جذبات بھڑکانے کا کام کررہے ہیں، تجربہ ہم کو یہ سوچنے پر مجبور کررہا ہے کہ اس کے ذریعہ امریکہ ان ممالک میں ایسی زمین تیار کررہا ہے جس سے وہ دونوں ملکوں کو دہشت گردی کے ختم کرنے کے لیے ایک دوسرے کے خلاف مدد دے کر ایک دوسرے کے ہاتھوں ان کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچا کر کمزور کردے تاکہ بعد میں ان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے کا بہانہ مل سکے، پاکستانی فوج جس کو ہندوستان کے خلاف جنگ کرنے کے لیے ساٹھ سال سے ہر طرح کی قربانی دے کر عوام کی بھرپور مدد سے تربیت دی گئی تھی، آج وہ انہیں ساز وسامان کا جس کو عوام نے اس کو دیا تھا، بلاجواز استعمال کرکے اپنے غریب اور مجبور عوام کو ظالمانہ طریقہ سے قتل کررہی ہے ان کی املاک کو تباہ و برباد کررہی ہے دوسرے لفظوں میں اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے ہی گھر اور ملک کو اجاڑنا اور برباد کرنا ہے، کیا اس پر یقین کرنے میں کسی کو شک ہے کہ یہ سب امریکہ بہادر کے اشارے اور مدد سے ہورہا ہے، پاکستان کی اس درگت سے ہم کو خوش ہونے کے بجائے یہ سبق لینا چاہئے کہ امریکہ سے قربت کا کیا انجام ہوتا ہے؟ یہ سوچنا غلط نہیں ہے کہ ہم کو دنیا کی ایک بڑی طاقت بنانے میں مدد کے بہانے امریکہ ہمارے ملک کا حشر بھی پاکستان جیسا کرنے کے لیے کوشش کررہا ہے تاکہ ایشیا میں اس کو اپنی من مانی کرنے کے لیے کوئی روکنے والا نہ رہے۔

بہت سے ملکوں اور گروپوں بشمول وینزولا، کیوبا، نکاراگوا وغیرہ نے امریکہ پر ریاستی دہشت گردی کا الزام عائد کیا ہے، اسی اور نوے کے درمیانی عشرے میں سوویت یونین کے خلاف افغان مجاہدوں کی ہر طرح کی بھرپور مدد، نکاراگوا کے کونٹرا باغیوں کی حمایت، سینٹرل امریکہ اور کریبین ممالک کی جنگوں میں بیجا مداخلت، عراق کے باغی گروپوں سے ہر طرح کے تعاون اور ممکنہ مدد جو پہلی خلیجی جنگ شروع کرنے کی ایک وجہ بھی ہے، امریکہ کی دوسرے ممالک کے اندرونی معاملات میں ناجائز مداخلت اور کھلی جارحیت کی کچھ ناقابل تردید مثالیں ہیں، اس کے علاوہ اپنے نظریات کے فروغ اور سیاسی فوائد حاصل کرنے کے لیے جو اقدام امریکہ نے کیا ہے، اس کے تناظر میں بین الاقوامی عدالت انصاف ''ہیگ'' نے ناجائز طاقت کے بیجا استعمال کرنے، اپنے مسلح افراد اور ہتھیاروں سے نکاراگوا کے کونٹرا باغیوں کے توسط سے جارحیت کا ارتکاب کرنے کا امریکہ کو مجرم قرار دیا ہے، نیویارک ٹائمس کے ۹ جنوری ۲۰۰۴ء کے شمارے میں شایع رپورٹ کے مطابق امریکہ کی سی آئی اے نے عراقی باغیوں کے ایک مشہور ''علاوی گروپ'' کو ۱۹۹۲ء سے ۱۹۹۵ء کے درمیان بموں کو نصب کرنے اور تخریبی کارروائیاں کرنے کی منظم تحریک، تربیت اور ہر طرح سے تعاون بھی کیا ہے۔

نائن الیون کے بعد دہشت گردی ایک طاقتور تباہ کن قتل وغارت کی طاقت بن کر ابھر چکی ہے جو یقیناً اقوام عالم کے امن کے لیے خطرہ ہے، اس کو دفع کرنے کے لیے بے سوچے سمجھے اندھا دھند مسلح جوابی اقدام بھی جو دراصل مسئلہ کو زندہ رکھنے کے لیے کیا جارہا ہے، وہ بھی تباہ کن بربادی اور شہری حقوق کی خلاف ورزی میں معاون ہے، اس وقت سب سے اہم اور بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ساری دنیا کے امن پسند لوگ خلوص دل سے پوری کوشش کرکے یہ معلوم کریں کہ دہشت گردی کا ارتکاب کونسی طاقتیں کررہی ہیں؟ اس کی کفالت کون کررہا ہے؟ کیا ہم اس قابل ہیں کہ اصل مجرم پر ہاتھ ڈال سکیں؟ کیا مشرق وسطیٰ، جنوبی ایشیا کے خطہ کے ملکوں کی قسمت میں یہی لکھا ہے کہ وہ دوسروں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوتے رہیں؟ جب کہ امریکہ غیر حقیقی خطرہ کا ڈھول پیٹ کر ان کو دہشت زدہ کرکے مغلوب کرتا رہے۔

☆☆☆☆☆

دعائے مغفرت

سیدہ فردوس جہاں بنت مولانا سید خصال الدین مرحوم (سابق استاذ معہد دارالعلوم ندوۃ العلماء) کا ۱۸ نومبر ۲۰۰۷ء بروز اتوار انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون، سیدہ مرحومہ کی عمر تقریباً ۴۲ سال تھی، آپ نے اپنے پیچھے پانچ بچے اور دو بچیاں چھوڑیں، قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

تجزیہ

مغرب کی آئندہ حکمتِ عملی

سلمان نسیم ندوی

[نائن الیون (۹/۱۱) کے بعد مغرب کی اسلام دشمنی کے لئے طے کردہ حکمتِ عملی اپنی معنویت کھو رہی ہے، اس میں مغرب کی جارحانہ پالیسی کو کافی دخل ہے، اب مغرب مستقبل کے لئے دوسرا لائحۂ عمل طے کرنا چاہتا ہے، جائزے اور تجزیے اس طرف اشارے کر رہے ہیں، ذیل کا مضمون انہی تجزیوں کی روشنی میں پیش کیا جا رہا ہے، مضمون میں اسلام یا مسلمانوں کے ساتھ 'انتہا پسندی' یا 'دہشت گردی' کا لاحقہ مضمون نگار کی رائے نہیں بلکہ مغربی نقطۂ نظر کی ترجمانی ہے، جہاں تک مغرب کے آئندہ منصوبوں کا تعلق ہے تو منصوبے کب نہیں بنے؟ اور کب سبوتاژ نہیں ہوئے؟ ﴿هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ البتہ دانشمندی کی بات یہ ہے کہ ہماری قسمت کے فیصلے کیا اور کس طرح ہو رہے ہیں، اس سے ہم واقف رہیں، یہی احساس اس مضمون کا محرک ہے]

نائن الیون (۹/۱۱) کے بعد بعض مغربی ممالک نے انسداد دہشت گردی کے عنوان سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دی، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس محاذ آرائی کی نوعیت میں فرق آتا گیا، اس محاذ آرائی کو دو مرحلوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

☆ پہلا مرحلہ ۹/۱۱ کے بعد سے شروع ہو کر ۲۰۰۶ء کے اختتام تک ختم ہو جاتا ہے، دوسرے مرحلہ کے مقابلہ میں اس میں محاذ آرائی کا میدان قدرے تنگ ہے، اس لئے کہ یہ دوسرے مرحلہ کی تمہید ہے، اس مرحلہ میں مغرب نے جو منصوبہ تیار کیا تھا وہ درج ذیل ہیں:

☆ اسلام میں تبدیلی۔ ☆ اسلامی اثر ونفوذ پر قدغن۔ ☆ مسلمانوں میں اسلام بیزاری کا فروغ۔

۹/۱۱ کے بعد امریکی مفکرین نے اس اس فکر کو عالمی پیمانہ پر فروغ دیا کہ مغرب کا اصل مقابلہ اسلام سے ہے، بعض دانشوروں نے یہ تجویز پیش کی کہ جس طرح کلیسا کو بے اثر بنایا گیا اگر اسی طرح مساجد ومدارس کو بے اثر بنا دیا جائے تو یہ خطرہ ٹل سکتا ہے، امریکی دانشوروں کا یہ تجزیہ بالکل درست تھا اس لئے کہ مساجد ومدارس اسلامی قلعہ کے بنیادی پتھر ہیں، اس منصوبہ کے تحت مغرب نے مساجد ومدارس پر اپنی نگرانی وجاسوسی میں اضافہ کر دیا، امریکا نے اعلان کیا کہ اسلام کو عصر حاضر کے تقاضوں کی روشنی میں سمجھنے کی ضرورت ہے، اس مرحلہ میں مغربی ممالک کی پالیسی یہ رہی کہ اسلام کو اس طرح سے بے اثر بنایا جائے جس میں کل عالم اسلام سے براہ راست ٹکراؤ نہ ہو، اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ اس مرحلہ میں مختلف مغربی رہنما اسلام کے تعلق سے نیک خواہشات کا اظہار کرتے ہوئے ملیں گے، دوبار جناب بُش نے بھی اسلام کے سلسلہ میں اپنے ''نیک جذبات'' کا اظہار فرمایا، لیکن اندرونی طور پر اسلام کو مغرب کے لئے خطرہ کی گھنٹی سمجھا جاتا رہا، یہی وجہ ہیکہ ان جذبات کے اظہار کے باوجود انسدادِ دہشت گردی کے نام پر اسلامی ممالک پر مغرب کی ترکتازیاں جاری رہیں، رفاہی اداروں پر پابندیاں عائد کی گئیں، مدارس کے نصاب کی تبدیلی کے نعرے بلند ہوتے رہے، مساجد کے وقار کو مجروح کرنے کی سازشیں کی جاتی رہیں، پڑوسی ملک کی لال مسجد کا سانحہ اسی کا ایک حصہ ہے، اسلامی موضوعات پر بحث ومباحثہ، فتوی اور دعوت کو مدارس ومساجد سے نکال کر میڈیا کا موضوع بنا دیا گیا جس پر ہر شخص اپنے خیالات کا اظہار کر سکے، ماضی قریب میں اس کے کئی نمونے خود ہندوستان میں پیش آچکے ہیں۔

کیا اس مرحلہ میں مغرب کو اپنے مقاصد میں کامیابی ملی؟ (واضح رہے کہ اس مرحلہ میں مغرب کا بنیادی مقصد اسلام کے جدید مغربی ایڈیشن کو پیش کرنا تھا، یہاں مغرب کے سامراجی مہمات کا تذکرہ مقصود نہیں) اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں مغرب کو جُزئی کامیابی ملی، عالمِ اسلام میں گروہی اختلافات کو اُبھرنے کا موقع ملا، عراق میں شیعہ سنی، مصر میں اخوان اور برسر اقتدار پارٹی، صومالیہ میں اسلامی عدالتیں اور عبوری حکومت، ترکی میں کردوں کی بغاوت اور فلسطین میں حماس اور فتح اسی طرح پاکستان کی آویزش اس کے مظاہر ہیں۔

لیکن واقعہ یہ ہیکہ یہ تمام کشاکش وقتی ثابت ہوئی، اس کے برعکس امت مسلمہ نے اس عرصہ میں جو کروٹ لی وہ خسارہ کے مقابلہ میں کہیں زیادہ سودمند ہے، اسلامی بیداری کی ایک لہر پیدا ہوگئی، متعدد تنظیمیں وجود میں آئیں، میڈیا کو استعمال کرنے کی طرف

رجحان بڑھا، ذاتِ نبوی ﷺ سے تعلق میں اضافہ ہوا، یہ وہ کامیابیاں ہیں کہ اس کے سامنے مغرب کی کامیابی ہیچ معلوم ہوتی ہیں۔

یہ مرحلہ ۲۰۰۷ء کے آغاز کے ساتھ اختتام پذیر ہو جاتا ہے، ۲۰۰۷ء ایک نئے مرحلہ کا نقطۂ آغاز ہے، جو پہلے مرحلہ سے زیادہ خطرناک ہے۔

دوسرے مرحلہ میں مغرب کے پیش نظر اسلام میں تبدیلی نہیں بلکہ اسلام کی بیخ کنی ہے، اس کی عالمی حیثیت کو ختم کر دینا ہے، اور پوری دنیا کو مسلمانوں کا نہیں بلکہ اسلام کا دشمن بنا دینا ہے، بہت سے سادہ لوح مسلمان اس شک میں ہیں کہ کیا مغرب اس رُخ پر بھی سوچ سکتا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ مغرب میں یہ موضوع زیرِ بحث ہے اور متعدد حضرات کی یہ رائے ہیکہ اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹایا جاسکتا ہے بایں طور کہ اسلام ایک دین کی حیثیت سے اپنی شناخت کھو دے اور انسانیت کا باغی نظریہ قرار پا جائے، لوگ اس کی طرف انتساب کرنے میں بھی شرم محسوس کریں۔

مستقبل میں اس فکر کی تنفیذ کے لئے مختلف آلات ووسائل کا استعمال کیا جائے گا، اس مرحلہ میں کامیابی کے لئے مغرب نے جو لائحۂ عمل طے کیا ہے اس کی چند جھلکیاں ذیل میں دیکھی جاسکتی ہے:

☆ **عالم اسلام میں ارتداد کو تقویت اور مرتدین کے نام نہاد حقوق کا پروپیگنڈہ:**

اس پروگرام کے تحت عالم اسلام پر یہ دباؤ بنایا جائے گا کہ نہ صرف یہ کہ وہ ارتداد کے احکام اور مرتد کے سلسلہ میں دعاۃ ومصلحین کے موقف کی وضاحت کرے بلکہ اس سے یہ مطالبہ کیا جائے گا کہ وہ مرتدین کے حقوق کو تسلیم کرے اور اس کی پُر امن زندگی کی ضمانت کو یقینی بنائے، اِن دنوں مصری صحافت پر جن کی نگاہ ہے وہ اس کا ادراک کر سکتے ہیں کہ وہاں یہ موضوع چھڑ چکا ہے، آئندہ اس میں یہ بھی اضافہ ہوگا کہ مرتدوں کو یہ حق دیا جائے کہ وہ اسلام کے خلاف تبلیغ کر سکیں۔

☆ **رواداری کے نام پر مسلم معاشرہ کی تحلیل**

اس پروگرام کا مقصد یہ ہوگا کہ پوری دنیا کے سامنے یہ تجویز رکھی جائے کہ مغرب سے ان کے رابطہ کی ایک ہی صورت ہے کہ عالم اسلام اپنے آپ کو مغرب کے دھارے میں گم کر دے، قابل توجہ بات یہ ہے کہ جب مغرب سرد جنگ کے زمانہ سے گذر رہا تھا تو وہ مشرقی یورپ کو بھی اسی بات کی تلقین کیا کرتا تھا اور اس کے آڑ میں اس کے خلاف عسکری، اقتصادی، اور ثقافتی محاذ کو مضبوط کر رہا تھا، اس کی واضح ترین مثال سوویت یونین کی شکست وریخت ہے۔

☆ **اسلام دشمنی کی ہمہ گیریت:**

۹/۱۱ کے بعد مغرب کا موقف یہ تھا کہ اسلام خود امن وآشتی کا دین ہے لیکن ایک جماعت ایسی ہے جو انتہا پسند ہے، مغرب کی یہ سیاست اس دوسرے مرحلہ میں ایک ہی جست میں ''اسلامی انتہا پسندی'' سے ''اسلام کی انتہا پسندی'' میں داخل ہوگئی ہے، اب اس کے نزدیک پورا دینِ اسلام انتہا پسند ہے، اب انتہا پسند مسلم معاشرہ کے اندر نہیں بستے بلکہ ہر وہ شخص جس کا انتساب اسلام کی طرف ہے وہ انتہا پسند ہے، قرآن، وحی اور ذاتِ رسالت پر حملے اسی پروگرام کا ایک حصہ ہیں، اسلامی تاریخ کی تجدید کاری ہو رہی ہے تاکہ اس کی خوں آشامی کو نمایاں کیا جاسکے، اور مسلمانوں کی فتوحات کی قیمت گھٹائی جاسکے۔

☆ **دشمنانِ اسلام کی صف بندی:**

اسلام کے دشمنوں کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو مسلم معاشرہ سے باہر سانس لیتے ہیں اور دوسرے وہ جو مسلم معاشرہ میں مورڈن دانشور کہلاتے ہیں، اس پروگرام کے تحت ایسے لوگوں کی سرپرستی کی جائے گی اور ان کو مؤثر بنایا جائے گا، تسلیمہ نسرین کو اس تناظر میں دیکھا جاسکتا ہے، ہمارے مسلم معاشرہ میں بھی بہت سی کالی بھیڑیں ہیں جن کی خاموشی سے سرپرستی کی جارہی ہے اور وہ حقِ نمک ادا کر رہے ہیں۔

☆ **تشکیک کو فروغ اور باطل فرقوں کی حمایت:**

اس مرحلہ میں مغرب عقیدہ وعمل سے متعلق شبہات کو از سرِ نو زندہ کریگا جیسے سنت کی حجیت، قرآن کی صحت، اسلام کی ہر زمانہ میں قیادت کی صلاحیت وغیرہ، اسی طرح باطنی فرقوں کی مغرب سرپرستی کرے گا، تجارتی عالمی قوانین کو بنیاد بنا کر یہ مغالطہ دینے کی کوشش کریگا کہ اگر مکہ ومدینہ عالمی سرمایہ کاری میں حصہ نہیں لیں گے تو اس کی بقا ناممکن ہے، اس طرح غیر مسلم کو ان خطوں میں تجارت کے عنوان سے داخل کرے گا۔

اس مرحلہ کی سرگرمیاں شروع ہو چکی ہیں، اسکی ایک مثال امریکا میں ماہ اکتوبر میں اسلامی فاشزم بیداری مہم ہے، جس کی کچھ تفصیلات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

ماہ اکتوبر میں امریکا کی ایک انتہا پسند تنظیم نے یہ اعلان کیا کہ ہم مؤرخہ (۲۲ تا ۲۶ اکتوبر) اسلامی فاشزم بیداری مہم ہفتہ Islamo Fascism Awareness منائیں گے، اس میں امریکا اور اسرائیل کی تقریباً ۲۰۰ (دوسو) سے زائد علمی دانشگاہوں کو شرکت کی دعوت دی گئی، اس تنظیم نے بیداری مہم کے بنیادی عناصر کو درج ذیل نقاط میں بیان کیا:

☆ ہمارا حقیقی دشمن کون؟
☆ اسلام سے متعلق خوش فہمیوں کا ازالہ۔
☆ اسلام میں عورت کی مظلومیت۔

☆ تعلیمی اداروں میں اسلام نوازوں کی مخالفت، جماعت کی تائید وحمایت، اور امریکی سیاست پر نکتہ چینی کرنے والوں کا مقابلہ۔

☆ ایک ایسے نصاب تعلیم کی تشکیل جو پورے امریکہ کو اسلامی جہاد کا حریف ومدمقابل بنادے۔

اس بیداری مہم پروگرام کے آغاز میں جو تعارفی مقالہ پیش کیا گیا، اس میں ایک مسلمان خاتون کی فرضی تصویر پیش کی گئی جو زنا کی پاداش میں سنگساری کے لئے زندہ مٹی میں دفن کی جارہی تھی، اس تصویر کو اس پروگرام کا ٹائٹل قرار دیا گیا، اور یہ پیغام دینے کی کوشش کی گئی کہ اسلامی فاشزم کسی خاص جماعت اور خاص نظریہ کا نام نہیں بلکہ کُل مسلمان فاشسٹ ہیں۔

اس مہم میں درج ذیل پروگرام پیش کئے گئے:

☆ اسلام اور مسلمانوں سے للّٰہی بغض رکھنے والے دانشوروں، اور اسلام کے باغیوں کے محاضرات۔

☆ طلبہ کے مابین مذکورہ عناصر پر ڈائلاگ، مناقشہ اور مباحثہ۔

☆ تعلیم گاہوں اور طلبہ یونین سے مالی امداد کا مطالبہ تاکہ موضوع سے ان کی دلچسپی میں اضافہ ہو۔

☆ اسلام مخالف فلموں کی نمائش:

اس مہم میں اس پروگرام کو خاص اہمیت دی گئی، اس کے لئے اُن بدترین فلموں کا انتخاب کیا گیا جو ناظرین کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کی دہشت بٹھادے، اور ان کے ذہن میں یہ تصویر نقش کالحجر ہوجائے کہ اگلی سونامی اسلام کی سونامی ہوگی، پروگرام کے آرگنائزرس نے بڑے اہتمام کے ساتھ ان فلموں کی کاپیاں حاصل کی، اور پہلے ہی ان دانشگاہوں کو بھیج دیا جو اس پروگرام میں شریک ہونے والی تھیں، تاکہ وہ ادارے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ان فلموں کو دیکھنے پر راغب کرسکے، اسی کے ساتھ اس کا بھی اہتمام کیا گیا کہ فلم ختم ہونے کے بعد اس کی کہانی کی تشریح اور پس منظر بھی بیان کیا جائے اور اس پر مناقشہ بھی ہو، اس کے لئے ان دانشگاہوں کو یہ تاکید کی گئی کہ وہ صرف اور صرف یہودی تنظیموں ہی سے اس کے لئے رابطہ کریں، اس لئے کہ ان فلموں کا صحیح تعارف وہی کراسکتے ہیں۔

ذیل میں چند فلموں کا مختصر تعارف پیش کیا جارہا ہے:

☆ Suside Killers اس فلم کے ڈائریکٹر ایک فرانسیسی ہیں، اس میں مسلمانوں کے ایک خودکش گروہ کی کہانی پیش کی گئی ہے جو اسرائیل کے خلاف کارروائی کرنا چاہتا ہے، ڈائریکٹر اس فلم میں اس خودکش جماعت اور ان کے خاندان سے باتیں کرتا ہے، ان کے ٹریننگ سینٹر کا جائزہ لیتا ہے، اسی کے ساتھ اس فلم میں ڈائریکٹر کی ملاقات ایک ایسی خودکش جماعت سے بھی ہوتی ہے جو یہودی قیدخانوں میں خودکش کارروائی کرنے میں ناکام رہی تھی، اس فلم کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ عام لوگوں کو اسلامی دھشت گردی کے اصل مرکز سے متعارف کرایا جائے اور یہ بتایا جائے کہ مسلم معاشرہ ہی اصل دہشت گردی کے اڈے ہیں۔

☆ Islam:What west Needs to Know ۔اسلام: مغرب کو اس کے بارہ میں کن معلومات کی ضرورت ہے؟ اس فلم کا پس منظر یہ ہے کہ گذشتہ چند برسوں میں مغرب کے تمام رہنماؤں نے دین اسلام کے نقیب امن وسلامتی ہونے کی شہادت دی ہے، اور اس کا اقرار کیا ہے کہ جو اسلام کے نام پر تشدد کی کاروائیاں کرتے ہیں وہ دراصل انتہاپسند ہیں جو اسلام کی تعلیمات کو کما حقہ نہیں سمجھ پارہے ہیں، (یہ پہلے مرحلہ کے وہی بیانات ہیں جن کا تذکرہ ہم پیچھے کرچکے ہیں) فلم بنانے والوں کا دعویٰ ہے کہ مغرب میں جہاں یہ بات دہرائی جارہی ہے وہیں یہ بھی حقیقت ہے کہ کسی نے اس دعویٰ کی صداقت اور صحت کو سنجیدگی سے کسوٹی پر نہیں رکھا، اسی لئے یہ فلم ڈائریکٹر کے بقول اس دعوی کی سچائی کو پرکھتی ہے، یہ فلم اسلامی نصوص، مذاکرات اور اسلامی نقوش اور آرٹ کے ذریعہ سے اسلام کی توسیع پسندانہ اور انتہا پسندانہ عقیدہ کی ترجمانی کرتی ہے، اور یہ تصویر پیش کرتی ہے کہ اسلام صفحۂ ہستی سے دیگر تمام مذاہب وادیان اور حکومت وامپلزم کو ختم کرنا چاہتا ہے۔

☆ The Path to 9/11 نائین الیون کا راستہ: اس فلم کا خالق A.B.C ہے، یہ فلم جب ریلیز ہوئی تو فوراً اختلافات کے دائرہ میں آگئی، بل کلینٹن اور ان کے حامیوں کے دباؤ کی وجہ سے اس کی نمائش پر پابندی عائد ہوگئی تھی، یہ فلم دراصل سلسلہ وار ان واقعات پر مبنی ہے جو نائین الیون کے حادثہ کا سبب بنے ہیں، باوجود یہ کہ اس فلم پر پابندی عائد ہے لیکن اس موقع پر بڑی تگ ودو کے بعد اس کی کاپی حاصل کرکے پروگرام میں پیش کرنے کا انتظام کیا گیا۔

☆ Obsession: یہ ایک ڈاکومنٹری فلم ہے، اس میں عربی میڈیا اور عربی ٹیلیویژن کے بعض مناظر کو قید کرکے پیش کیا گیا، مقصد وہی ہے کہ مشرقِ وسطی میں دہشت گردی، عالمی جہاد اور پوری دنیا پر قبضہ کی جو تعلیم دی جارہی ہے اس کے اندرونی مناظر سے لوگوں کو روشناس کرایا جائے۔

☆ تعزیتی نشست: اس پروگرام کا ایک حصہ یہ بھی تھا کہ ہر یونیورسٹی میں ایک تعزیتی نشست کا اہتمام کیا جائے، جس میں اُن شہیدوں کو یاد کیا جائے اور خراجِ عقیدت پیش کیا جائے جو اب تک اسلامی دہشت گردی کے شکار ہوچکے ہیں، خصوصاً نائین الیون، امریکی سفارتخانوں اور پنٹاگن پر حملوں کو یاد کیا جائے۔

☆ ہر طالب علم اور ٹیچر سے اس پروگرام کی اہمیت وافادیت اور ضرورتِ انعقاد پر دستخط لئے جائیں۔

☆☆☆☆☆

خانوادۂ علم اللّٰہی اور فکر ولی اللّٰہی کے گلِ سرسبد

حضرت مولانا علی میاںؒ

نعیم الرحمٰن صدیقی ندوی

دسمبر ۱۹۱۳ء کی ابتدائی تاریخیں تھیں کہ اولیاء اللہ، مجاہدین، علمائے ربانین، مشائخ اور صاحبان فضل وکمال کی سرزمین ''قریۃ الصالحین'' یا ''وادی حسنات'' یعنی تکیہ شاہ علم اللہ، رائے بریلی (یوپی) کی ارض پاک سے جو مشت خاک اٹھی، اسے دنیائے اسلام نے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کے نام سے جانا، پہچانا اور مانا۔ آپ کے والد ماجد مورخ ہند مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی تھے۔ برادر اکبر کا اسم گرامی مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنی تھا۔ انہوں نے اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد مولانا علی میاں کی قابل رشک تعلیم وتربیت کی۔

مولانا علی میاںؒ کے مورث اعلیٰ اپنے وقت کے ولی کامل حضرت سید شاہ علم اللہ حسنیؒ تھے۔ وہ اسلامی شریعت کی اتباع، سنت رسولؐ کی پابندی، بدعات وخرافات سے کامل اجتناب، عبادت وریاضت، علم وفضل، تقویٰ وطہارت، ذکر وفکر اور اصلاح عقائد ودرستی اعمال کے سلسلے میں بہت مشہور تھے۔ یہ تمام خصوصیات حکیم الاسلام، مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی سیرت مبارک میں بھی جلوہ گر ہیں۔ مولانا علی میاںؒ کی ذات بابرکات میں ان اوصاف کا عکس جمیل نظر آتا ہے۔ ان کی شخصیت اور فکر کی تعمیر وتشکیل میں امام المجاہدین امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہیدؒ جیسی ربانی اور نورانی شخصیت کی سیرت نے اہم کردار ادا کیا۔ اس لحاظ سے اگر یہ کہا جائے کہ مولانا علی میاںؒ کی ذات والا صفات مذکورہ بزرگوں کے سہ آتشہ سے تشکیل پائی ہے تو غلط نہ ہوگا۔

مولانا ئے ندوی کو اللہ رب العزت نے اسلام کی سربلندی، تمام انسانیت خصوصاً ملت اسلامیہ کی فلاح وبہبود اور تحفظ کے لیے سوچنے والا دماغ، اسلامیان عالم کی تکلیفوں کا درد محسوس کرنے والا دل، ان کی مدافعت، حمایت اور نصرت کے لیے بولتی ہوئی زبان اور ان کا فراموش شدہ سبق یاد دلانے کے لیے ہر لحہ متحرک قلم عطا کیا تھا۔ رب کریم کے اس نیک بندے کی فطرت میں تمام بندگان خدا کے لیے نصیحت اور خیر خواہی کے جذبات رچے بسے ہوئے تھے۔

مولانا علی میاںؒ نے اپنی مثبت فکر اور رواں دواں عمل سے مسلمانان عالم کو اس حقیقت سے روشناس کرایا کہ اگر انہیں دونوں جہاں میں کامیابی اور سرخ روئی حاصل کرنا ہے تو اپنی فکر وعمل اور زندگی کے دھارے کا رخ دین حنیف کی طرف کرلیں۔ وہ اپنے کردار وگفتار سے یہ ثابت کریں کہ وہ خاتم الانبیاء رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے امتی اور پیروکار ہیں۔

سرمایۂ ملت کے اس نگہبان کو خدائے رحمٰن کے فضل وکرم سے یہ دولت نصیب ہوئی کہ آپ کی فکر وپیام سے محروم رہے نہ آبی اور نہ خاکی۔ ہندوستان کی فضائیں اس فکر سے معمور ہوئیں۔ عرب کے ساحلوں میں یہ دعوت عام ہوئی۔ یورپ کے کلیساؤں میں بھی یہ پیام پھیلا۔ افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں بھی یہ صدا بلند ہوئی۔ امریکہ کے شہروں اور ''دنیائے متمدن'' کی بستیوں میں مولانا ئے ندوی کی ندا گوش دل سے سنی گئی۔

مولانا علی میاں فکر ولی اللہی کے بہترین شارح وترجمان تھے۔ ان کی تصنیفات ''انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر''، ''منصب نبوت اور عالی مقام حاملین''، ''ارکان اربعہ''، ''مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کش مکش''، ''دعوت فکر وعمل''، ''عالم عربی کا المیہ'' اور ''نئی دنیا امریکہ میں صاف صاف باتیں'' میں خصوصاً یہی فکر کارفرما ہے۔ انہوں نے اپنی قلمی صلاحیتوں کو اسلام کی دعوت وتبلیغ کے لیے وقف کردیا تھا۔ ان کی کتابیں دینی بصیرت اور سدا بہار اسلامی دعوت وفکر سے لبریز ہونے کے ساتھ ساتھ تخلیقی ادب کا سرسبز وشاداب نمونہ ہیں۔ حضرت مولانا کی تصنیفات اپنے سنجیدہ وشگفتہ اسلوب، علمی تحلیل وتجزیے، استدلالی طرز نگارش، مطالعے کی وسعت، متانت وسلاست، زبان وبیان پر مکمل عبور اور شستگی وشایستگی کے باعث تمام علمی حلقوں میں مقبول ہیں۔

مولانا ندوی نے اپنے لٹریچر کے ذریعے کسی مخصوص جماعت اور حلقے یا فقہی مسلک کی ترجمانی اور وکالت نہیں کی بلکہ انہوں نے اسلام کی جامع ومکمل ترجمانی کی۔ انہوں نے وقتی اور علاقائی مسائل سے تعرض کرنے کے بجائے اپنے قلم حقیقت رقم کو ''کل مسلمان اور کل اسلام'' کی تشریح وترجمانی کے لیے وقف کردیا تھا۔ ان کا پرمغز اور صالح لٹریچر اسلام کی مؤثر اور طاقت ور نمایندگی کرتا ہے۔ اس کے مطالعے سے دل ودماغ میں ایمان ویقین کی بنیادیں مضبوط اور استوار ہوتی ہیں اور مغرب کے شک آفریں لٹریچر کا قلع قمع ہوتا ہے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدا شناسی کی دعوت دینے والی اور دلوں میں سنت رسولؐ اور اسلامی شعائر وتہذیب سے محبت کی شمعیں فروزاں کرنے والی کتابوں کے مطالعے سے اس نئے ذہنی وفکری ارتداد کا مقابلہ کرنے کی ہمت پیدا ہوتی ہے جو آج تہذیب مغرب کے دل دادگان نے پوری دنیا میں پھیلا رکھا ہے۔ حضرت مولانا علی میاں کا لٹریچر اسلام کے کتب خانے کی شان ہے۔

مولانا علی میاںؒ مشہور عالم ربانی اور مقبول بارگاہ صمدانی تھے۔ وہ اپنے داعیانہ کردار اور عالمانہ وقار کے باعث اپنے معاصرین میں امتیازی شان کے حامل تھے۔ وہ اپنے اکابر کی نگاہ میں ''مجمع الکمالات'' ''مسلمانوں کے بچے ہم درد'' ''سیدی وسیدعالم'' ''گوہر تاباں معدن سیادت'' ''سعادت شعار ناشر دین اللہ'' ''مفتاح خیر مغلاق شر'' ''آیۃ من آیات اللہ'' ''نخبۃ الاتراب والاماثل'' ''مجموعۂ حسنات'' ''تاروں کے جھرمٹ کے درمیان آفتاب'' اور بھی جانے کیا کچھ تھے جہاں تک ہم خطا کاروں کی نگاہ ظاہر بیں نہیں پہنچ سکتی۔

۳۱ر دسمبر ۱۹۹۹ مطابق ۲۲ر رمضان ۱۴۲۰ھ بروز جمعہ امت اسلامیہ کے اس بطل جلیل، خانوادۂ علم اللٰہی اور فکر ولی اللٰہی کے گل سرسبد مولانا علی میاں کی آنکھیں کیا بند ہوئیں، معلوم ہوا کہ اہل تصوف کا شیخ وقت اٹھ گیا۔ صاحبان علم کی نظر میں دیدہ ور مفکر کی رحلت ہوگئی۔ داعیوں کا امام رخصت ہوگیا۔ اصحاب تدریس کے حلقے سے مسند درس کی رونق جاتی رہی۔ دینی کام کرنے والوں کی محفل کا روشن چراغ گل ہوگیا۔ محققوں کی صف سے زبردست محقق کی جگہ خالی ہوگئی۔ سوانح نگاروں کا گل سرسبد مرجھا گیا۔ سیرت نگاروں کی جماعت کے منفرد سیرت نگار کا انتقال ہوگیا۔ بے مثل تاریخ نگار کا قلم رک گیا۔ عربی اور اردو کے مایہ ناز اہل قلم کی آنکھیں بند ہوگئیں۔ خطابت کا منبر سونا ہوگیا۔ مسلم تعلیم گاہوں کا سرپرست جدا ہوگیا۔ ہندوستان کے اسلامی مدرسوں کے سر سے سایہ ختم ہوگیا۔ دنیا بھر کی اسلامی تنظیموں اور دینی تحریکات کی فکری اور عملی رہنمائی کرنے والا نہ رہا۔ اسلامیان عالم کے تڑپتے اور کراہتے جسموں پر مرہم رکھنے والا چلا گیا۔ مسلمانان ہند کی تکلیفوں کو محسوس کرنے والا اور ان کو دور کرنے والا اللہ کو پیارا ہوگیا۔ بزرگوں کا چہیتا اٹھ گیا۔ ہم عصروں کا سرمایہ فخر لٹ گیا۔ چھوٹوں اور نیازمندوں کے مشفق اور مربی کی وفات ہوگئی۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

اے نفس مطمئنہ! جا اپنے رب کی مرضیات میں شاداں وفرحاں داخل ہوجا۔

حضرت مولانا علی میاںؒ کی ذات والا صفات اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ شیفتگی، اسلام سے گہری وابستگی، مسلمانوں سے محبت، تقویٰ شعاری، زہد واستغناء، جود وسخا، تواضع وانکساری، عبادت وریاضت، علمی شغف، تاریخی ذوق وشوق، اصابت رائے، سلامت فکری، خاندانی نجابت ووجاہت اور اعلیٰ انسانی فضائل وکمالات سے آراستہ ہونے کے باعث بندگان خدا کے درمیان نہایت محبوب تھی۔ ارشاد خداوندی ہے: ''ان الذین امنوا وعملوا الصلحت سیجعل لھم الرحمن ودا'' (ترجمہ) بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے خدائے رحمٰن ان کے لیے (لوگوں کے دل میں) محبت پیدا کردے گا۔ (مریم: ۹۶) حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی حیات طیبہ مذکورہ آیت ربانی کی روشن تفسیر تھی۔

حضرت مولانا علی میاںؒ اقلیم روحانی کے تاج دار تھے۔ انہیں مادیت اور مادہ پرستی چھو کر نہیں گزری تھی۔ انہیں چاہے شاہ فیصل ایوارڈ ملا ہو یا دبئی کا ''عالمی اسلامی شخصیت'' ایوارڈ (جس کی مالیت سوا کروڑ روپے تھی) ملا ہو یا حکومت برونائی کی جانب سے دیا جانے والا ایوارڈ، ان کا ایک بھی پیسہ انہوں نے اپنی ذات پر خرچ نہیں کیا۔

آج کل حقوق انسانی اور پیام انسانیت کا بڑا غلغلہ ہے۔ انسانیت کی حقیقی فلاح وبہبود کی فکر کس کو ہے؟ اس سلسلے میں عملی اقدام کس نے کیے؟ رب کریم کے اس نیک بندے کو یہ توفیق ملی اور وہ الخلق عیال اللہ (الحدیث) (مخلوق اللہ کا کنبہ ہے) کو حرز جان بنائے ساری انسانیت کی خیر خواہی، صلاح وفلاح کا پیام لیے صفت جام پھرا اور بفضل الٰہی کہیں ناکام نہیں رہا۔

اسلامیان عالم کی ایسی دل نواز شخصیت کے سوانح، حالات وافکار سے عام لوگوں کو واقف کرانے کے لیے ملک وبیرون ملک کے متعدد اخباروں، جرائد اور رسائل نے خصوصی نمبر شائع کیے۔ مدارس اسلامیہ، یونیورسٹیوں اور علمی وادبی تنظیموں نے ان کی یاد میں متعدد سیمنار اور مذاکرے کیے۔ بہت سے اہل قلم نے ان کے سوانح پر مضامین اور کتابیں لکھ کر ان کے شایان شان خراج عقیدت پیش کیا اور یہ سلسلہ تادم تحریر جاری ہے۔

☆☆☆☆☆

شوگر کے مرض سے دائمی نجات کے لئے ایک مؤثر یونانی دوا

رجسٹرڈ نمبر 17476

شوگر آف

چار ماہ مسلسل استعمال سے شوگر کے مرض سے مکمل چھٹکارا۔

اسٹاکسٹ: اودھ اسٹور، امین آباد لکھنؤ

فون: 0522-2614054

تیار کردہ: آرام فارمیسی، لکھنؤ

فون: 2248567، موبائل: 9415500247

9936510837

بچوں کی حفاظت قوم وملک کا اہم فریضہ

انیس احمد ندوی

بچے قوم وملک کا وہ قیمتی سرمایہ ہیں جن کی بہر قیمت حفاظت ہونی چاہئے اگر ان کی تربیت وتعلیم کی ذمہ داری بحسن وخوبی پوری کی گئی تو یہ بچے ملک کی سالمیت، ترقی، اتحاد واتفاق، یگانگت وہم آہنگی کی ضمانت ہونگے اور اگر ان کی تعلیم وتربیت سے غفلت برتی گئی یا انہیں خودرو پودوں کی طرح چھوڑ دیا گیا تو یقیناً مادیت اور بددیانتی کے تیز وتند تھپیڑے انہیں اپنے آغوش میں لے لیں گے اور یہی قیمتی سرمایہ محض ہماری غفلت اور کوتاہی سے تخریبی مادہ کا ایک زبردست آتش فشاں بنجائے گا، نتیجتاً ان سے قسم قسم کے جرائم کا ارتکاب، بجائے تعمیر کے تخریب اور ملک کے تنزل وانحطاط، افتراق وانتشار کا عمل وجود میں آئے گا۔

آج کا بچہ کل کا وزیر اعظم وصدر مملکت ہے، آج کا بچہ کل کا مورخ، سائنس داں، جغرافیہ نگار، ادیب، شاعر، قلمکار وفنکار ہے، قوم کے یہ بچے ہمارے ہاتھوں میں بطور امانت ہیں، اگر ہم نے انہیں بنانے کی کوشش کی تو یہ نہ صرف ہمارے لیے باعث فخر بلکہ اسی طرح ملک وقوم کے لیے بھی جاں نثار، اس کی خاطر قربانی کے لیے ہمہ وقت تیار ہوں گے، ہم اس قیمتی سرمایہ کے امین وپاسبان بنائے گئے ہیں، یہ ہماری سب سے اہم ذمہ داری ہے کہ ہم انہیں زیادہ سے زیادہ علم وادب کے زیور سے سنوار کر ملک کا مفید وقیمتی شہری بنائیں، بچپن سے لے کر جوانی تک، ابتدائی تعلیم سے لے کر اعلیٰ تعلیم اور شاندار Career (کیریئر) تک ہر ہر قدم پر ہم ان کے ذمہ دار ہیں، ان کی تعلیم وتربیت کا صحیح اور معقول بندوبست کرنا ہمارا اہم ترین فریضہ ہے۔

بہت افسوس کی بات ہے کہ ہم اپنی اس ذمہ داری کو اچھی طرح انجام نہیں دے رہے ہیں، اس میں ہماری اپنی کوتاہی کے ساتھ ساتھ حکومت کی بھی غفلت کا دخل ہے، ہم سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر Children Day تو منا لیتے ہیں لیکن بچوں کے مسائل، ان کے دکھ درد میں شریک ہونے کے بجائے رسماً اس موقع پر کچھ باتیں کرکے اپنے کاموں میں مصروف ہوجاتے ہیں۔

تعلیم کے سلسلے میں اب تک ہمارا ملک بہت پیچھے ہے گرچہ پچھلے کچھ سالوں میں ملک کی شرح خواندگی میں اضافہ ہوا ہے لیکن ابھی تعلیم کے مسئلے میں ہمیں خاطر خواہ ترقی نہیں ملی ہے، بلکہ حالیہ رپورٹوں کے مطابق ۱۲۹ ملکوں کے درمیان ہندوستان کا تعلیمی گراف پانچ پوائنٹ نیچے گر کر ۱۰۰ سے ۱۰۵ پر پہونچ گیا ہے، ۲۹ر نومبر کو دہلی میں خواندگی کے موضوع پر Unesco یونیسکو کی طرف سے ہندوستان، پاکستان، سری لنکا، بنگلا دیش وغیرہ کے مندوبین کی ایک علاقائی کانفرنس ہوئی جس میں یونیسکو کے ڈائرکٹر کوچیر وقسورا نے کہا کہ ہندوستان تعلیمی میدان میں عالمی تعلیمی میزان پر پانچ درجہ نیچے چلا گیا ہے جس سے اس بات کا اندیشہ ہے کہ ہندوستان اپنے بچوں کے بہت سارے ملینیم ترقیاتی نصب العین پورے نہیں کرپائے گا، انہوں نے کہا کہ یونیسکو کی طرف سے چلائے جانے والے پروگرام Education For All (سب کے لیے تعلیم) کے منصوبہ میں نمایاں کامیابی کے بعد بھی ہندوستان ۲۰۱۵ تک اس پروگرام کا ہدف مکمل نہیں کرپائے گا، واضح رہے کہ جنس کی بنیاد پر عدم مساوات تعلیم کے سلسلے کی ایک بڑی رکاوٹ بنی ہوئی ہے، اس علاقہ میں ۶۶ فیصد لڑکیاں اسکول نہیں پہونچ پاتی ہیں جو کہ عالمی اعتبار سے سب سے زیادہ ہے۔

یونیسکو کے ڈائرکٹر نے اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا کہ اسکولوں میں غیر معیاری تعلیم ہونے کی وجہ سے بچوں کی ایک بڑی تعداد بنیادی خواندگی اور گنتی وحساب کی ادنیٰ معلومات حاصل کئے بغیر اسکول چھوڑ دیتی ہے گرچہ بنیادی شرح اندراج تقریباً ۹۵ فیصد ہے لیکن پہلے ہی درجہ میں اسکول چھوڑ دینے والے بچوں کی شرح ۱۴٫۴ فیصد ہے Dropouts (اسکول چھوڑ کر بیٹھ جانے والوں) میں ۶۶ فیصد بچیاں ہوتی ہیں اس سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ ۲۰۱۵ء تک سروشکچھا ابھیان مکمل کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوپائے گا، یونیسکو کے مطابق ۲۰۱۵ء تک ہندوستان کی شرح خواندگی صرف ۷۱ فیصد ہوگی جب کہ وزیر برائے فروغ انسانی وسائل جناب ارجن سنگھ نے وعدہ کیا تھا کہ ۲۰۱۲ء تک ہندوستان کی شرح خواندگی ۸۵ فیصد ہوجائے گی، بہر حال اس وقت سب سے زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ پوری دنیا کے ناخواندہ لوگوں میں ایک تہائی صرف ہندوستان میں ہیں، بحوالہ ہندوستان ٹائمز۔ (۱۱/۳/۲۰۰۷ء)

ایسے وقت میں جب کہ ملک میں تعلیمی اداروں کی قلت پائی جاتی ہے، تقریباً ۱۳۲۰۰۰ اسکول ایسے ہیں جہاں ایک بھی بچہ نہیں، ان میں ۴۸ فیصد یعنی ۱۵۷۹۱ زیادہ تر دیہی علاقوں کے پرائمری اسکول ہیں، ۲٫۹۲ فیصد ایسے اسکول ہیں جہاں ایک بھی بچہ کا اندراج نہیں کرناٹک میں ۷۹۴۵ ایسے

اسکول ہیں جن میں ایک لڑکے کا بھی نام درج نہیں، ۶،۱۷ فیصد (۱۹۳۵۳) ایسے اسکول ہیں جن میں ۲۵ بچوں سے کم زیر تعلیم ہیں، اور ۱۷۰۸۸۸ ایسے اسکول ہیں جن میں ۲۵ سے ۵۰ لڑکوں کے درمیان ہیں، ٹیچر کی کمی اس کی سب سے بڑی وجہ بتائی جاتی ہے، تقریباً ۲۳۰۰۰ اسکول ایسے ہیں جہاں ایک بھی استاد نہیں جب کہ ۱،۳ اسکول ایسے ہیں جہاں صرف ایک ہی استاد ہے جب کہ کچھ اسکولوں میں دوسرے کام کرنے والے لوگ استاذ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، ایک تازہ ترین رپورٹ کے مطابق پورے ملک میں تقریباً ۴۷ لاکھ پرائمری ٹیچرس ہیں جن میں تقریباً آدھے ایسے ہیں جنہوں نے خود Higher Secondary سے زیادہ کی تعلیم نہیں حاصل کی ہے اور ایک چوتھائی نے تو سکنڈری Level سے زیادہ کی تعلیم حاصل نہیں کی ہے۔ (ٹائمس آف انڈیا، ۱۲/۱۲/۲۰۰۶ء)

ہمارے ملک کا یہ قیمتی سرمایہ مختلف قسم کی پریشانیوں اور مصیبتوں سے دوچار ہے، بچے سادہ لوح اور دنیاوی خطرات سے بے خبر ہوتے ہیں انہیں ہر قسم کے خطرات سے آگاہ کرنا اور مصائب وامراض سے بچانے کی کوشش کرنا ہمارا فریضہ ہے، ہم اپنی اور ملک کی معیشت درست کرنے کی کوشش کریں تو لائق صد تحسین وستائش! لیکن اگر ہم نے اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت، دنیاوی خطرات سے انہیں آگاہ کرنے کا عمل انجام نہیں دیا اور ہم نے ان کی تربیت سے غفلت برتی تو یہ عمل صرف ہمارے لیے ہی نہیں بلکہ ملک کے لیے بھی نقصان دہ ثابت ہوگا۔

راجستھان، مدھیہ پردیش، بہار اور اتر پردیش میں کمسنی میں (۱۸ سال سے کم کی عمر میں) شادی کرنے کی وجہ سے لاکھوں لاکھ لڑکیاں متعدد مہلک بیماریوں کا شکار ہوکر مرجاتی ہیں، ہمارے ملک میں جنین کشی Infanticide اور خصوصاً بچی کی جنین کشی ایک عام بیماری بن چکی ہے جس سے معاشرہ میں مرد وعورت کا تناسب تیزی سے بگڑتا جارہا ہے، UN (United Nations) کے ایک اندازہ کے مطابق ۲،۵۰،۰۰۰ سے زائد بچہ فوجی (۱۸ سال سے کم عمر والے رنگروٹ) حکومت کی مسلح افواج، مختلف قسم کی ملیشا اور اپوزیشن جماعتوں میں ۲۵ سے زائد ملکوں میں جنگ لڑ رہے ہیں، جن میں روانڈا، میانمار، سری لنکا وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

گزشتہ چند مہینوں میں اساتذہ کی سخت پٹائی کی وجہ سے کئی بچوں کی موت ہوگئی، پریاس (کوشش) ایک NGO ہے جس نے ۲۰۰۶ء میں یونیسف اور عورت وبچہ ڈویلپمنٹ ڈپارٹمنٹ کی مدد سے ہندوستان کے اکثر صوبوں کا جائزہ لے کر ایک رپورٹ تیار کی ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ ۵۰ فیصد سے زائد بچے کسی نہ کسی قسم کی زیادتی کا شکار ہیں، ۲۵ فیصد بچے جنسی استحصال کا شکار ہوتے ہیں جب کہ ۷۱ فیصد بچے پٹائی اور زدوکوب کے شکار ہیں، جن میں ۲۹ فیصد بچے اس قدر مارے جاتے ہیں کہ انہیں علاج کرانا پڑتا ہے۔

بچہ مزدوری ہندوستان کے لیے ایک کلنک کا ٹیکہ ہے، اسے ختم کرنے کی نہایت شدید ضرورت ہے، ۱۰/اکتوبر ۲۰۰۶ء سے بچہ مزدوری پر مکمل پابندی عائد کردی گئی ہے اب کوئی شخص کمپنیاں اور فیکٹریاں تو درکنار چائے کے ہوٹلوں، گھروں، تفریح گاہوں، دکانوں، سیروسپاٹے کے اڈوں پر بھی بچوں کو مساعد ومددگار کے طور پر نہیں رکھ سکتا لیکن اس پر بالکل عمل نہیں ہورہا ہے اور لاکھوں لاکھ بچے اب بھی کام کرتے نظر آتے ہیں انہیں Job سے الگ کرنا ہی اہم نہیں بلکہ اس سے زیادہ اہم انہیں تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا ہے، اور انہیں کم از کم وقت میں روزگار سے مربوط تعلیم دینا چاہئے تاکہ اپنی محدود آمدنی کے ذریعہ یہ بچے جن لوگوں کے لیے سہارا بنے ہوئے تھے ان کی غربت میں مزید اضافہ نہ ہو اور ان کا سہارا باقی رہے۔

ملک میں تقریباً ۴۰۰۰۰۰ بچے ہر سال غائب ہوجاتے ہیں جن میں تقریباً ۱۲ ہزار بچے تلاش بسیار کے بعد بھی نہیں ملتے، یہ تعداد صرف ان بچوں کی ہے جن کی رپورٹ درج کی جاتی ہے ان کے علاوہ ہزاروں بچوں کی گمشدگی کا کسی کو علم نہیں ہوپاتا، نٹھاری کا شرمناک واقعہ جو کہ ہندوستان میں بچوں پر ہونے والے مظالم کی دلدوز تصویر پیش کرتا ہے، اور جو بالکل اچانک منظر عام پر آگیا اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اس طرح بہت سے ''نٹھاری'' ملک میں ہوسکتے ہیں۔

لاکھوں بچے ایڈز سے متاثر ہیں ان کے ساتھ تعصب اور اچھوت جیسا معاملہ کیا جاتا ہے پوری کوشش اور آگاہی پیدا کرنے کے بعد بھی لوگ ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک روا رکھتے ہیں جب کہ وہ معصوم بچے خود اپنی غلطی سے نہیں بلکہ ماں/باپ کسی کے HIV اخذ کرنے کیوجہ سے ایڈز زدہ ہوجاتے ہیں، ورلڈ بینک (World Bank) کے اندازہ کے مطابق ۲۰۰۵ء میں ہندوستان میں ایڈز کی وجہ سے ۲۰ لاکھ یتیم بچے تھے، انڈین کونسل آف میڈیکل ریسرچ Indian Council of Medical Research کے ایک تجزیہ کے مطابق کم از کم ۱۳ فیصد ہندوستانی بچے ذہنی خلل کا شکار ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ ملک میں 6.5 کروڑ بچے (۱۸ سال سے کم عمر والے) دماغی بیماری کا شکار ہیں، ایک سروے میں کہا گیا ہے کہ ۳۰ فیصد بچے کم وزن والے پیدا ہوتے ہیں، ۵۰ فیصد

بچے (پانچ سال سے کم عمر والے) عدم تغذیہ کا شکار ہیں جن کی وجہ سے وہ طرح طرح کی بیماریوں سے جوجھتے رہتے ہیں اور ان کی بہتر نشوونما نہیں ہوپاتی، ۴۰ فیصد بچوں کا جنسی استحصال کیا جارہا ہے، ۵۲ فیصد لڑکیاں اور ۴۸ فیصد لڑکے اسکول سے باہر ہیں۔

یونیسف کی ایک رپورٹ کے مطابق پوری دنیا میں ۱۰ ملین سے زائد بچے چھوٹے چھوٹے جرائم کی بنیاد پر جیلوں میں زندگی گزار رہے ہیں، نہایت معمولی جرم کی وجہ سے انہیں آزادی، معصومیت اور ترقی کے مواقع سے محروم کردیا جاتا ہے، پس دیوار زنداں بھی ان پر قسم قسم کے مظالم ڈھائے جاتے ہیں، جن ممالک میں خانہ جنگی کی سی کیفیت ہے، جہاں ملکی پیمانہ پر انتشار وبدامنی ہے ان ممالک میں بدامنی سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والے بچے ہوتے ہیں LTTE کا خودکش بمبار دستہ بچوں کو بہت استعمال کرتا ہے، عراق وافغانستان کی جنگ سے وہاں کے بچے نہایت شدید طور پر متاثر ہوئے ہیں۔

بچے نہایت معصوم اور سادہ دل ہوتے ہیں وہ تعصب، نفرت، عداوت، کینہ وبغض کے الفاظ سے بھی ناواقف ہوتے ہیں، ذرا سی بات پر کسی سے روٹھ جانا، اور پھر اسی لمحہ دوستی کا ہاتھ بڑھا دینا ان کی فطرت میں شامل ہوتا ہے، ہمیں ان کی اس فطرت اور ہم آہنگی کے جذبہ کو برقرار ہی نہیں رکھنا ہے بلکہ فروغ بھی دینا ہے، اس عظیم مقصد کے لیے ہمیں تعلیم کو بالکل سیکولر بنانا ہوگا اور بچوں کے ذہن کو ذات پات کے بھید بھاؤ، فرقہ وارانہ منافرت اور تعصب سے بچانا ہوگا، ہمارے ملک نے پوری دنیا کے سامنے Unity in Diversity (کثرت ورنگارنگی میں وحدت) کا جو نمونہ پیش کیا تھا اسے برقرار رکھنا ہماری ذمہ داری ہے، ہمارے تمام اسکولوں کا نظام اس پر منحصر ہے کہ ہم اسے مذہبی تشدد ومنافرت سے پاک رکھیں، بچے سب ایک ساتھ پڑھیں، ایک ساتھ مل کر آگے بڑھیں اور زندگی کی اعلیٰ منزلوں پر چڑھیں، فرقہ واریت اور نفرت وتعصب کہیں بھی اور کبھی بھی ان کی ترقی میں حارج ومانع نہ ہو۔

ہندوستان ایک قدیم تاریخ، ثقافت اور نہایت اعلیٰ اقدار وقیم کا حامل ملک رہا ہے، آج تک اس کے شاندار تہذیبی اثرات نمایاں طور پر دیکھے جاسکتے ہیں، چھوٹے بڑے کی عزت واحترام اور آپس میں ادب ولحاظ مشرقی تہذیب کا لازمی معاشرتی جز رہا ہے، آج کے اس مغرب زدہ دور میں مغربیت کے اصولوں کو نافذ کرنے والی Unicef اور دیگر تنظیمیں جو اسکولوں میں جنسی تعلیم داخل کرکے ہمارے قدیم اور اسلامی اور ثقافتی ورثہ کو پامال کرنا چاہ رہی ہیں، بچوں کے ذہن ودل کو پاکیزہ رکھنے کی خاطر ہمیں مغرب زدہ پالیسیوں کی مزاحمت کرنی ہوگی اور انہیں ناکام بنانا ہوگا کیونکہ اس سے بچوں میں AIDS سے بچاؤ کے بجائے جنسی بے راہ روی پیدا ہوگی جو ان کے مستقبل کے لیے یقیناً بہت نقصان دہ ہوگی۔

بچوں کو معصوم بنانے کے لیے سب سے پہلے ہمیں خود ذات پات، تنگ نظری اور تعصب کی دیواروں کو توڑ کر آپس میں الفت ویگانگت پیدا کرنی ہوگی اس مرحلہ کے بعد ہمیں تعلیم کو بھی ان سارے مواد سے خالی کرنا ہوگا جو بچوں کے ذہن ودماغ میں نفرت کے بیج بوتے ہیں، انہیں ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی اور شودر وغیرہ کی بنیادوں پر الگ گروندوں میں تقسیم کردیتے ہیں، آج ہمیں تعلیم کے مشن میں تیزی لانے کے ساتھ ساتھ اسکول اور اساتذہ کی کوالٹی بھی بہتر بنانا ہوگی اور اس بات کی بھی فکر کرنی ہوگی کہ تعلیم Secular اور مذہبی منافرت سے پاک ہو تاکہ ملک کا ہر بچہ ہندو مسلم، سکھ عیسائی ہونے سے پہلے ہندوستانی ہو اور اسے اپنے ملک پر فخر وناز ہو، اسی طرح تعلیم کے سلسلے میں دیہات اور شہر کی تفریق کو بھی ختم کرنا ہوگا دونوں کو یکساں جام وپیام کے ساتھ اعلیٰ Career (کردار) کا ایک خواب ملنا چاہئے، اس طرح ان میں ملک کی محبت ووفاداری کا جذبہ پیدا ہوگا جو ملک کی ترقی اور فلاح وبہبود کا ضامن ہوگا اور پھر ہم امید کرسکیں گے کہ بچوں کی نئی نسل سے ہندوستان میں ایسے لیڈران پیدا ہوں گے جو اخلاص ومحبت، وفاداری وجانثاری کے ساتھ ملک کی قیادت کا کام انجام دیں گے۔

☆☆☆☆☆

مولانا برکت اللہ بھوپالی ایجوکیشن اینڈ سوشل سروس سوسائٹی (رجسٹرڈ) کے زیر اہتمام جنگ آزادی کے عظیم مجاہد، حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد اور پہلی جلاوطن حکومت کے وزیر اعظم

پروفیسر مولانا برکت اللہ بھوپالی

کی یاد میں قائم دینی وعصری تعلیم کے اہم مراکز

برکت اللہ پبلک ہائر سیکنڈری اسکول

گاندھی نگر، مدھیہ پردیش، انڈیا اور

برکت اللہ گرلز ہائر سیکنڈری اسکول

سلطانیہ روڈ، ٹیلی فون ایکسچینج کے سامنے، بھوپال، ایم پی، انڈیا

''کلیۃ برکت اللہ'' کی تعمیر الحمد اللہ نرسنگھ گڑھ روڈ پر جاری ہے، جس میں بورڈنگ کا اعلیٰ سطحی انتظام ہوگا۔

مذکورہ اداروں میں عصری تعلیم کیساتھ دینی تعلیم کا بھی معقول انتظام ہے۔ غریب اور نادار مفلس طلبہ کو مفت تعلیم دی جاتی ہے

منجانب: حاجی محمد ہارون ایڈوکیٹ، بانی وناظم اعلیٰ

فون: 0091-755-2543466, 2642715

ندوہ کے شب وروز

محمد جاوید اختر ندوی

دارالعلوم ندوۃ العلماء نے روز اول سے مضمون نگاری، انشاء پردازی اور تقریر وخطابت کو اہمیت دی ہے، دارالعلوم کے طلباء میں ہر دور میں لکھنے پڑھنے کا ذوق اور اپنی خصوصیات کے ساتھ میدان تحریر وتقریر میں قدم رکھنے کا حوصلہ موجزن رہا ہے۔

فضلاء ندوۃ العلماء کی اس بیش بہا علمی وراثت وامانت کی حفاظت اور اس کے ذریعہ قوم وملت کی خدمت کے پیش نظر دارالعلوم میں درس وتدریس، اساتذہ کرام سے براہ راست استفادہ، مرکزی کتب خانہ علامہ شبلی نعمانی کے علاوہ "النادی العربی" اور "جمعیۃ الاصلاح" کے نام سے دو شعبے طلبہ کی خوابیدہ صلاحیتوں کو مہمیز کرنے کی خاطر سال بھر سرگرم عمل رہتے ہیں، اور ان شعبوں کا سارا نظم وانتظام طلبہ ہی کے ہاتھوں انجام پذیر ہوتا ہے۔

☆ النادی العربی کا افتتاح:

ندوۃ العلماء نے اپنی کشادہ ذہنی، روشن دماغی، قدیم وجدید کی جامعیت اور نت نئے حالات کی نباضی ومزاج شناسی کے سبب عربی زبان کو ایک زندہ اور روزمرہ کی زبان کے طور پر برتنے اور اپنانے کا ذوق عام کیا، اور اپنے نصاب ونظام تعلیم میں عربی کو اس کا جائز اور مناسب مقام عطا کیا، اور اسلام کی اس سرکاری زبان سے اپنی وفاداری برقرار رکھی ۔

مرا ساز گر چہ ستم رسیدہ زخمہ ہائے عجم رہا
وہ شہید ذوق وفا ہوں کہ نوا مری عربی رہی

عربی زبان وادب کی اسی اہمیت وافادیت کی وجہ سے دارالعلوم میں شروع سے النادی العربی کا شعبہ قائم ہے، ہر ہفتہ جمعرات کے دن تعلیمی اوقات میں دو گھنٹے اس کے جلسے منعقد ہوتے ہیں، عناوین شنبہ ہی کو چسپاں کردیے جاتے ہیں، طلبہ متعین موضوعات ہی پر اساتذہ کی نگرانی میں مافی الضمیر کو ادا کرتے اور اصلاح لیتے ہیں، اس شعبہ کے تحت ہر ہفتہ اللجنۃ الخطابیۃ، ہر ماہ کے آخر میں الحفلۃ الشھریۃ، اسی کے ساتھ اللجنۃ الکتابیۃ اور اللجنۃ الثقافیۃ والصحافۃ کے تحت پروگرام منعقد ہوتے ہیں، اس کا ایک خاص مکتبہ عربی جرائد ومجلات اور عربی کتابوں سے مزین "مکتبۃ الرائد" کے نام سے قائم ہے، طلبہ روزانہ بعد نماز عصر کلیۃ اللغۃ العربیۃ کی بلڈنگ میں عالم عربی کے جدید مجلات وجرائد اور عربی کتابوں سے مستفید ہوتے ہیں، سال رواں اس کا امین عام علیا اولی ادب کے طالب علم سعید احمد کو منتخب کیا گیا۔

افتتاحی جلسہ زیر صدارت مہتمم دارالعلوم مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی، مولانا معین اللہ ندوی ہال میں منعقد ہوا، تلاوت اور افتتاحی مقالہ کے بعد عمید کلیۃ اللغۃ العربیۃ جناب مولانا نذر الحفیظ ندوی ازہری، نائب مولانا محمد ابراہیم ندوی اور استاد ادب عربی مولانا محمد علاء الدین ندوی نے عربی زبان وادب کی اہمیت وافادیت اور اس پر عبور حاصل کرنے کے سلسلہ میں طلبہ کے سامنے مفید ومغز کلمات کہے، آخر میں صدر جلسہ نے کہا کہ:

عربی زبان قرآن، حدیث اور اہل ایمان کی زبان ہے قرآن وحدیث کے رموز ونکات اور عمق وگہرائی تک اس زبان پر کمال عبور کے بغیر آپ کی رسائی ہرگز نہیں ہوسکتی، اور آپ جس ادارہ کے خوشہ چیں ہیں، اس کا طرۂ امتیاز ہی یہی رہا ہے کہ اس نے اس عظیم زبان کو ہمیشہ زندہ اور قرآن وحدیث کی زبان کی حیثیت سے اپنایا اور اس کی ترویج واشاعت کی، الحمد للہ اسکے فضلاء آج بھی اس زبان کی خدمت میں اپنی قیمتی صلاحیتیں استعمال کرکے دین حنیف کی خدمت کررہے ہیں، صدر جلسہ ہی کی دعا پر یہ جلسہ اختتام پذیر ہوا، جلسہ میں اساتذہ وطلبہ نے شرکت کی۔

☆ جمعیۃ الاصلاح کی افتتاحی نشست:

مذہب اسلام کی سرکاری عربی زبان کے علاوہ مادر وطن کی اہم علمی اور صحافتی اردو زبان میں تحریر وتقریر اور مضمون نگاری کی مشق اور خفیہ صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لیے دوسرا شعبہ جمعیۃ الاصلاح کے نام سے قائم ہے۔

☆ جمعیۃ الاصلاح کلاں:

یہ طلبۂ دارالعلوم کی سب سے بڑی الاصلاح ہے، رواق اطہر، رواق عبدالحی، رواق رحمانی، رواق شبلی، رواق نعمانی اور رواق حبیب کے طلبہ کی بزم میں اسی الاصلاح میں منعقد ہوتی ہیں، دو بڑے بڑے ہالوں میں اساتذہ کی صدارت میں جلسے منعقد ہوتے ہیں، جمعیۃ الاصلاح کے تحت، بزم خطابت، بزم سلیمانی، بزم جوہر، شعبۂ صحافت، برجستہ تقریری وتحریری مقابلے جات اور ہفتہ واری پروگرام منعقد ہوتے ہیں، اسی کے ساتھ مرکزی کتب خانہ کے علاوہ اس الاصلاح کے تحت رواق اطہر میں ایک بڑا دارالمطالعہ اور اسی کے نیچے دارالکتب ہے، جس میں طلبہ مطالعہ کرتے اور کتابیں نکال کر بھی استفادہ کرتے ہیں۔

سال رواں اس کا افتتاحی جلسہ میر کارواں ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کی صدارت میں ۲۸ر نومبر ۲۰۰۷ء - ۱۷ر ذیقعدہ ۱۴۲۸ھ کو جمالیہ ہال میں منعقد ہوا، صدر جلسہ نے طلبہ سے فرمایا کہ:

زمانہ بڑا بے رحم واقع ہوا ہے، وہ آسانی سے کسی کو ماننے کے لیے تیار نہیں، آج صرف علم کافی نہیں ہے، علم کے ساتھ وہ فن چاہئے جو علمی حلقوں میں سر چڑھ کر بولے، اور اپنا سکہ منوالے، علم کے بغیر انسان کی زندگی ادھوری ہے، وہ نعمت خداوندی سے محروم رہتا ہے، خدا کی نشانیوں اور لازوال نعمتوں کو سمجھ نہیں سکتا، مگر آپ کا درجہ الگ ہے، آپ کو وہ علم حاصل کرنا ہے جو نافع نہیں انفع ہو، آج زمانہ اختصاص کا ہے، متوسط علم والے بہت ہیں، جب تک آپ کے اندر مہارت تامہ نہیں ہوگی آپ کو دنیا آسانی سے نہیں مانے گی۔ حضرت مولانا مدظلہ نے فرمایا:

یہ "انجمن الاصلاح" نہایت اہم شعبہ ہے، آپ اپنی تحریری وتقریری صلاحیتوں کو ابھاریے، ان کو ملک وملت کی خدمت میں استعمال کیجئے، اس نشست کو معتمد مال ندوۃ العلماء پروفیسر وصی احمد صدیقی اور مہتمم دارالعلوم مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے بھی خطاب کیا، جلسہ میں معتمد تعلیم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد واضح رشید ندوی کے علاوہ اساتذہ وطلبۂ دارالعلوم نے شرکت کی، نظامت کا فریضہ نوفتخب ناظم جمعیۃ الاصلاح محمد طارق اعظمی (عالیہ رابعہ شریعہ) نے انجام دیا۔

☆ انجمن الاصلاح، معہد القرآن:

دارالعلوم میں "معہد القرآن الکریم" کے نام سے ایک مستقل عمارت ہے اس ہاسٹل میں مقیم طلبہ کی انجمن ہر جمعرات کو اسی کے ہال میں ہوتی ہے، رواق معہد القرآن میں ایک ہال ہفتہ واری جلسوں کے لیے خاص ہے، اس کے اوپر کا ہال دارالمطالعہ اور دارالکتب کے لیے ہے، امسال اس انجمن الاصلاح کا افتتاح چیف اڈیٹر مجلہ "البعث الاسلامی" ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کے ذریعہ عمل میں آیا۔

۱۲ر ذیقعدہ ۱۴۲۸ھ - ۲۳ر نومبر ۲۰۰۷ء کو معہد القرآن الکریم ہال میں زیر صدارت جناب مہتمم صاحب افتتاحی نشست منعقد ہوئی، تلاوت وناظم الاصلاح محمد ناصر حسین کی تعارفی گفتگو کے بعد صدر جلسہ نے فرمایا:

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے اندر پڑھنے والے طلبہ کے لیے بہترین سہولیات اور وسائل موجود ہیں، اگر آپ نے ان کی قدر کی اور اساتذہ کی نصیحتوں پر عمل کیا تو آگے آپ خود ایک عظیم شخصیت اور دوسروں کے لیے رہبر بنیں گے، اور اگر آپ نے ناقدری کی تو دنیا بالکل آپ کو قبول نہیں کرے گی، اور جھاگ کی طرح پانی سے باہر اٹھا کر پھینک دے گی، آپ جب خود اپنی قدر کریں گے تب دنیا آپ کی قدر کرے گی۔ جلسہ میں ہاسٹل کے نگراں حضرات، اساتذہ اور طلبہ نے شرکت کی۔

☆ انجمن الاصلاح، رواق سلیمانی:

رواق سلیمانی، ندوۃ العلماء کے عظیم سپوت سید الطائفہ، علوم اسلامیہ کی یگانہ روزگار شخصیت علامہ سید سلیمان ندویؒ کی طرف منسوب ہے، اس ہاسٹل میں تقریباً پانچ سو طلبہ مقیم ہیں، ان کے مطالعہ واستفادہ کے لیے دو قیمتی اور بڑے قابل قدر دارالمطالعے اور ہفتہ واری جلسوں اور پروگراموں کے لیے دو بڑے وسیع وعریض ہال ہیں، جن میں پابندی کے ساتھ ہر جمعرات کو بعد نماز عشاء جلسے منعقد ہوتے ہیں۔ طلبہ کے صحافتی اور ثقافتی استفادہ کے لیے رسائل وجرائد بھی ملک بھر سے اعزازی آتے رہتے ہیں ایک مستقل کمرہ دارالاخبار کے لیے ہے، جو روزانہ عصر بعد طلبہ کے لیے کھلا کرتا ہے۔

"انجمن الاصلاح" سلیمانیہ کی افتتاحی نشست زیر صدارت مہتمم دارالعلوم مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی، ۱۳ر ذیقعدہ ۱۴۲۸ھ - ۲۴ر نومبر ۲۰۰۷ء مولانا معین اللہ ندوی ہال میں منعقد ہوئی، تلاوت کلام پاک اور ترانہ ندوہ کے بعد ناظم الاصلاح مصطفیٰ حسین خاں (علیا اولی شریعہ) نے مقالہ پیش کیا اس کے بعد صدر جلسہ نے طلبہ کو بڑی کارآمد ومفید نصیحتوں سے نوازتے ہوئے کہا:

خدا نے آپ کو یہاں تعلیم حاصل کرنے کا موقع دیا ہے، آپ وقت کو بالکل ضائع نہ کیجئے، فائدہ اٹھایئے، اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے خوب اپنے ذہن کا استعمال کیجئے، لفظ الاصلاح خود بتا رہا ہے کہ اس سے کیا فائدہ ہونا چاہئے اگر آپ کی اصلاح نہ ہوئی تو یہاں آنے کا کوئی فائدہ نہیں، اپنے آپ کو دشمنان اسلام کے منہ توڑ جواب اور اپنے دین کی بھرپور ترجمانی کے لیے تیار کیجئے۔

جلسہ میں نگراں حضرات رواق سلیمانی، اساتذہ، اور طلبہ نے شرکت کی، صدر محترم ہی کی دعا پر یہ نشست اختتام کو پہونچی۔

"تکبیر مسلسل" اور "نکتۂ ایماں کی تفسیریں" کی تقریب رسم اجراء:

آج سے تقریباً نصف صدی قبل دینی تعلیمی تحریک کا آغاز ایک مجاہد آزادی اور غیور مسلمان قاضی محمد عدیل عباسی نے ضلع "بستی" میں کیا تھا، ۳۰، ۳۱ر دسمبر ۱۹۵۹ء کو دینی تعلیمی کانفرنس کا انعقاد بستی میں ہوا۔

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کا علمی، دینی اور دعوتی رشتہ اور ربط وتعلق بیشمار تنظیموں اور تحریکوں سے تھا، یہ رشتہ بین الاقوامی سطح پر بھی استوار تھا، لیکن ان میں چند تحریکیں ایسی تھیں جو ان کے ذہن وفکر پر ہر لحہ چھائی رہتی تھیں، سوتے جاگتے انکے لیے فکر مندی کا اظہار ہوتا تھا، دینی تعلیمی کونسل سے حضرت مولانا رحمہ اللہ کا رشتہ اسی طرح کا تھا۔

بستی کی پہلی کانفرنس میں حضرت مولاناؒ متفقہ طور پر اس کے صدر منتخب ہوئے اور ۳۱ر دسمبر ۱۹۵۹ء سے ۳۱ر دسمبر ۱۹۹۹ء تک وہ صدر کی حیثیت سے رہنمائی اور سرپرستی فرماتے رہے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ان وقیع خطبات کو جو انہوں نے کونسل کے پلیٹ فارم سے دیئے، جنرل سکریٹری کونسل ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی نے جمع کرکے مرتب کردیا ہے، اور اس طرح یہ مجموعہ ایک کتاب نہیں

Mobile: 9415090544 Shop: 2627446 Res: 2254796
پروپرائٹر: ولی اللہ
WALIULLAH JEWELLERS
All Kinds of Gold, Silver & Diamond Jewellery
ولی اللہ جویلرس
Jutey wali Gali, Aminabad, Lucknow

Mobile: 9415750289 Shop: 0522-2617956
حرمین بک ڈپو
محمدیہ پروڈکٹس کے سپر اسٹاکسٹ
النبیل یو اے ای۔ کلونجی تیل اور کلونجی پروڈکٹس کے اسپشلسٹ
حرمین بک ڈپو
پرفیومس النبیل دوبئی
شہر لکھنؤ U.A.E کے مختلف عطریات سے معطر
دکان نمبر 1/6 مسجد مرکز، ڈاکٹر بی۔این۔ورما روڈ، امین آباد لکھنؤ

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں
ممبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے گزارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔
ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S. V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele: Add Cupkettle
Ph: 23460220-23468708

Maqbool Mian Jewellers
مقبول میاں جویلرس
Jutey Wali Gali, Aminabad Lucknow.
Mob: 9415001207-9335726377

CAFE FIRDOS
فردوس کیفے
Partly Air Conditioned
MOGHALAI & CHINESE FOOD
Tel : 23424781-23459921
145, Sarang Street, Crawford Market, Mumbai-400003

Contact:
Mr. M. Afaq : 9919035087
Mr. M. Imran : 9415757256
Mr. Zeeshan : 9336726156
Phone: (S) 2616946
(R) 2627443
ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirts, Trousers, Coats, Embroidered, Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties.
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں
menmark®
Ultimate Men's Clothing
MFG, Wholesale, Export & Retail
58, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow. -226001

بلکہ ہندوستان کی پچاس سالہ تاریخ کا عظیم مرقع اور دستاویز بن گیا ہے، اس میں خود حضرت مولانا کی پوری شخصیت جلوہ گر ہے۔ بقول جناب مولانا محمد واضح رشید ندوی مدظلہ:

"حضرت مولانا کے یہ خطبات ملی شعور کو بیدار کرنے والے اور مسلمانوں کے تشخص کے خلاف کی جانے والی سازشوں سے آگاہ اور متنبہ کرنے والے ہیں، ہر عمل کا منبع شعور ہے، اگر شعور کا فقدان ہو اور قلبی تاثر نہ ہو تو کسی تحریک یا عمل میں استمرار یا جذبہ پیدا نہیں ہوسکتا (نکتۂ ایمان کی تفسیریں، مقدمہ، ص:۱۱)

"تکبیر مسلسل" کی رسم اجراء ۱۲؍جنوری ۲۰۰۳ء کو ہوئی تھی، اس کے بعد یہ کتاب ہاتھوں ہاتھ لی گئی، اور مختصر مدت میں سارے نسخے ختم ہوگئے، اس دوران ملک کے نامور مفکرین، علماء و دانشوروں نے کتاب پر اپنے تاثرات کا اظہار کیا، ان قلبی تاثرات کو بھی ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی نے "نکتۂ ایماں کی تفسیریں" کے خوبصورت و معنی خیز نام کے ساتھ جمع کردیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ "تکبیر مسلسل" اور "نکتۂ ایماں کی تفسیریں" کا صحیح لطف وہی لے سکتا ہے جس کے رگ و پے میں اقبالیت رچ بس گئی ہو۔

"تکبیر مسلسل" (جدید ایڈیشن) اور نکتۂ ایماں کی تفسیریں دونوں کتابوں کے رسم اجراء کی تقریب ۸؍دسمبر ۲۰۰۷ء کو مولانا معین اللہ ندوی ہال میں ہوئی، صدر اجلاس، ناظم ندوۃ العلماء و صدر دینی تعلیمی کونسل حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی نے تکبیر مسلسل کی رونمائی کے بعد دینی تعلیمی کونسل، حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کا اس سے جذباتی تعلق اور ان کے طریقۂ کار پر بھرپور روشنی ڈالتے ہوئے اپنے کلیدی خطاب میں فرمایا کہ:

"بچے کو بچپن میں جو تعلیم دی جاتی ہے، وہی آخر تک برقرار رہتی ہے، اس لیے ابتدائی تعلیم جو قرآن، حدیث، عقیدہ توحید اور حب رسول پر مبنی ہوگی اس سے آنے والی نسل انتہائی انسان دوست اور قوم پرور ہوگی، یہی وجہ ہے کہ آج سے تقریباً پچاس برس قبل جب ایک غیور مسلمان قاضی محمد عدیل عباسی نے دینی تعلیمی تحریک شروع کی تو حضرت مولانا علی میاںؒ اس سے منسلک ہوگئے، اور تادم واپسیں ہر ممکن اس کی فکر میں لگے رہے۔

حضرت مولاناؒ کو محسوس ہو رہا تھا کہ آنے والی نسل کہیں مغرب کی آندھیوں کی نذر نہ ہوجائے اس لیے اس کو اچھی تعلیم و تربیت سے مزین کرنے کی ضرورت ہے، ان کا پیغام، محبت اور انسانی قدروں کی پاسداری کا تھا، مزید صدر محترم نے فرمایا کہ:

حضرت مولاناؒ کی شخصیت سے واقفیت کے لیے "تکبیر مسلسل" کا مطالعہ نہایت مفید ہے، وہ ہندوستان کی تعلیمی زہرناکی کو خوب محسوس کرتے تھے، اور اس کو سیکولر بنانے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے، ہمارے ملک کا دستور سیکولر ہے اس لیے ہمارے مذہبی معاملات و احکامات میں کسی کو دخل دینے کی اجازت نہیں، وہ ملک کے فسادات پر کڑھتے تھے، ان کے دل کی دھڑکن اور سوز و کرب ان کی تحریروں میں صاف محسوس ہوتا ہے، ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی قابل مبارک باد ہیں انہوں نے ملت کے سامنے ایک قیمتی سوغات پیش کیا ہے جس سے وہ ہر موڑ پر رہنمائی حاصل کرسکتی ہے۔

اس تقریب کو دینی تعلیمی کونسل کے نائب صدر جناب مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے بھی خطاب کیا، انہوں نے "نکتۂ ایماں کی تفسیریں" کی رونمائی کے بعد حضرت مولاناؒ کی فکر و نظر اور ان کے کارناموں پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ دونوں کتابوں کا تعلق سوز دروں سے ہے، حضرت مولاناؒ نئی نسل کی تعلیم و تربیت کے تئیں بڑے فکر مند رہتے تھے، ان کا نمایاں وصف یہ تھا کہ انسان اپنے آپ کو پہچانے، سماج میں ایک سچا، ہمدرد، اور مخلص فرد بن کر جیے، ڈاکٹر عثمانی نے دونوں کتابوں کو مرتب کر کے ایک لائق ستائش کام کیا ہے ان کو پڑھ کر اندازہ ہوگا کہ حضرت مولاناؒ ہمارے درمیان موجود ہیں، وہ خطاب کر رہے ہیں اور سب ہمہ تن گوش ہیں۔

تقریب کو بزرگ صحافی جناب عشرت علی صدیقی نے بڑے جذباتی انداز میں خطاب کیا۔

جماعت اسلامی کے مقامی سربراہ مولانا محمد احمد نے بھی حضرت مولاناؒ کے علمی و دینی خدمات پر مختصر روشنی ڈالی، ان کی تقریر کے حوالے بھی دیئے۔

دونوں کتابوں کے تعارف، اغراض و مقاصد، دینی تعلیمی کونسل کی ابتداء و کارنامے اور حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کا اس تحریک سے والہانہ لگاؤ پر ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی نے بڑی متاثر کن تقریر کی، اور حضرت مولاناؒ کی فکر مندی و دلسوزی کو بڑے اچھوتے انداز میں بیان کیا، ان کی تقریر کے عکس جمیل کو تکبیر مسلسل اور نکتۂ ایماں کی تفسیریں کے آخری صفحات میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

اس باوقار تقریب کی نظامت معروف شاعر و ادیب ملک زادہ منظور احمد نے کی، انہوں نے حضرت مولاناؒ کے تعلق سے کہا کہ اس کتاب میں حضرت مولانا کی آہ سحر گاہی اور نالۂ نیم شبی کیساتھ سوز دروں بھی جمع ہوگیا ہے، صدر اجلاس کو انہوں نے صرف اتنا کہہ کر صدارتی کلمات کی دعوت دی کہ حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی مفکر اسلام کے صحیح وارث و امین اور سیرت و صورت دونوں میں سچے جانشین ہیں۔

اس رونمائی کی تقریب میں شہر کے عمائدین علم و ادب، ضلعی انجمن تعلیمات دین کے نمائندے اور ممبران کے علاوہ اساتذہ و طلبۂ دارالعلوم نے بڑی تعداد میں شرکت کی، حضرت مولاناؒ کی کاوشیں طلبہ کے کانوں سے ٹکرا کر انکو بھی کچھ کر گزرنے کے لیے مہمیز کرگئیں، آخر میں حضرت صدر محترم کی دعا پر یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

☆☆☆☆☆